سرسیّد احمد خان/ اصغر عباس

ضلع علی گڑھ کی تعلیمی مردم شماری پر سرسیّد کا نایاب رسالہ

انیسویں صدی کے تہذیبی انتشار میں مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کرنے کی پہلی منظم تگ ودو کا آغاز ۲۷؍دسمبر ۱۸۸۶ء کو سرسیّد نے علی گڑھ میں محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کی نیو اٹھا کر کیا۔ یہ برعظیم کی پہلی تنظیم ہے جس نے مسلمانوں کو خودانحصاری کی اہمیت بتائی اور انھیں حال اور مستقبل کے مضمرات سے آگاہ کیا۔ اس انجمن کے ممبروں کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ہر مسلک اور ہر طبقے کے افراد تھے امیر بھی تھے اور غریب بھی، ان میں شہری بھی تھے اور قصباتی بھی، اس تنظیم میں برصغیر کے تقریباً ہر علاقے کے مسلمان شریک تھے۔ اس کانفرنس کا ممبر ہر وہ ہندوستانی ہوسکتا تھا جو مسلمانوں کی تعلیمی ترقی اور بھلائی کا دل سے خواہاں ہو۔

کانفرنس کے ایک فعال ممبر سردار محمد حیات خاں جن کا تعلق پشاور سے تھا، کی تحریک پر اس تنظیم کا نام کانگریس کے بجائے کانفرنس سے بدلا گیا، بعد میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی تحریک پر اس کانفرنس کا موجودہ نام آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس رکھا گیا۔ اس کے اجلاس ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہوتے تھے، جہاں ہر علاقے کے نمائندے ہم کلام ہوتے، عصری مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے، یہاں ہر مسئلے پر کھلی بحث ہوتی تھی، اکثر سرسیّد بھی ہدف تنقید بنتے تھے۔ کانفرنس کے دوسرے ہی اجلاس میں سرسیّد کی ایک تجویز کی جم کر مخالفت ہوئی تھی۔ مخالفین میں اودھ پنچ کے ایڈیٹر سجاد حسین پیش پیش تھے۔ سرسیّد جمہوری مزاج کے حامل تھے، وہ صحت مند تنقید کو بخوشی قبول کرتے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے قیام کے حسب ذیل مقاصد تھے:

(۱) مسلمانوں میں یوروپین سائنسز ولٹریچر کے پھیلانے اور وسیع حد تک ترقی دینے اور اس میں نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم تک پہنچانے پر کوشش کرنا [کذا] اور اس کی تدبیروں کو سوچنا اور ان پر بحث کرنا۔ (۲) مسلمانوں کی تعلیم کے لیے جو انگریزی مدرسے مسلمانوں کی طرف سے جاری ہوں ان میں مذہبی تعلیم کے حالات کو دریافت کرنا اور بقدر امکان عمدگی سے ایسی تعلیم کے انجام پانے میں کوشش کرنا۔ (۳) جو لوگ کہ علوم مشرقی اور دینیات کی تعلیم قدیم طریقے پر ہماری قوم کے علما سے پاتے ہیں اور اسی کو انھوں نے اپنا مقصد قرار دیا ہے ان کے حالات کی تفتیش کرنا اور ان میں اس تعلیم کے قائم اور جاری رہنے کے [لیے] مناسب تدابیر کا عمل میں لانا۔ (۴) عام لوگوں میں جو عام تعلیم قدیم مکاتب کے ذریعہ سے جاری تھی اس کے حالات کی تفتیش کرنا اور ان میں جو تنزل ہوگیا ہے اس کی مشرقی اور عام لوگوں میں عام تعلیم کی مناسب وسعت کی تدابیر کا اختیار کرنا۔ (۵) جو مکاتب عام لوگوں کے لڑکوں کے لیے قرآن مجید پڑھنے کے تھے اور جو سلسلہ قرآن مجید کے حفظ کرنے کا تھا اور جن کا اب بہت کچھ تنزل ہوگیا ہے ان کے حالات کی تفتیش کرنا اور ان کے قائم رکھنے اور استحکام دینے کی تدابیر اختیار کرنا۔

سطور بالا میں جو مقاصد پیش کیے گئے ہیں ان کے انجام دینے کے لیے ہر شہر اور قصبے میں کمیٹیاں بنائی گئیں اور ان کمیٹیوں کو اپنے نواح، ضلع، شہر اور قصبے کی نسبت ہر سال ایک کیفیت مندرجہ ذیل امور وحقائق کی مرتب کر کے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ میں پیش کرنا لازم تھا۔

۱-اس ضلع میں مسلمانوں کی بستیوں کی مختصر کیفیت اور تعداد مردم شماری۔ ۲-گورنمنٹ اسکول و کالج۔ ۳-مشنری اسکول و کالج۔ ۴-پرائیوٹ اسکول و کالج۔ ۵-ہندوستانی قدیم طریقے کے مکتب۔ ۶-قرآن مجید کی درسگاہیں۔ ۷-بزرگ اور مقدس علما جو قدیم طریقے کے مطابق لوگوں کو پڑھاتے ہیں۔ ۸-تحصیلی وحلقہ بندی کے مکتب۔ ۹-گورنمنٹ زنانہ اسکول۔ ۱۰-مشنریز کے زنانہ اسکول۔ ۱۱-قدیم مسلمانی طریقہ عورتوں کی تعلیم کا۔ ۱۲-انجمنیں جو اس ضلع میں ہوں۔ ۱۳-اس ضلع کی مشہور صنعت وحرفت جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہو۔ ۱۴-عام حالت اس ضلع کے

مسلمانوں کی۔ ۱۵-ہر ایک سال کی حالت کا اس سے پہلے کے سال کی حالت سے مقابلہ۔

امور بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضلع علی گڑھ کی تعلیمی مردم شماری پر سرسیّد نے زیرِنظر رسالہ مرتب کیا اور محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے دوسرے سالانہ اجلاس میں پیش کیا۔ اس کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب نے علی گڑھ کی تعلیمی مردم شماری کے تمام پہلوؤں پر بہ طریقِ احسن نظر ڈالی ہے۔ یہ اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ہے۔

اس رسالے میں علی گڑھ کالج کے طلبا، اساتذہ، اس کے تنظیمی، تعلیمی اور مالی امور کا بھی ذکر ہے۔ اس میں کالج کے نصاب دینیات کا بھی حوالہ ہے، جس سے سرسیّد قطعی مطمئن نہیں تھے دشواری یہ تھی کہ جو کمیٹی نصاب دینیات کا اہتمام کرتی تھی، اس کے رکن سرسیّد نہیں ہوسکتے تھے اسی لیے نصاب دینیات کی تعمیر وترتیب میں وہ کوئی مدد نہیں دے سکے۔ یہ تو ہم سب کے علم میں ہے کہ کالج کی لائبریری میں ''تہذیب الاخلاق'' کا داخلہ ممنوع تھا۔ اس زمانے میں کالج میں تمام علوم وفنون کی تدریس انگریزی کے ذریعہ ہوتی تھی خیال ہے کہ اگر دینیات کا درس بذریعہ انگریزی ہوتا تو ممکن ہے کہ صورت حال کچھ مختلف ہوتی۔

اس رسالے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کالج میں مسلمان بورڈروں کے ساتھ ہندو بورڈر بھی تھے، جن کے لیے علاحدہ بورڈنگ ہاؤس بنائے گئے تھے۔ اس زمانے میں کھانے پینے کے ضوابط سخت تھے اس لیے ہندو اور مسلمان بورڈر ایک ساتھ نہیں رہتے تھے۔ اپنی کتاب ''یادِ ایّام'' میں عبدالرزاق کانپوری نے لکھا ہے کہ راجا جے کشن داس سائنٹفک سوسائٹی میں سرسیّد کے رفیق تھے لیکن جب وہ ان کے ساتھ قیام کرتے تو اپنا کھانا خود تیار کرتے تھے۔ سرسیّد کے مکان میں راجا صاحب کے لیے علاحدہ کچن بنا ہوا تھا جس میں سیّد محمود کے بیٹے راس مسعود بھی داخل نہیں ہوسکتے تھے جب کہ ان کی رسم بسم اللہ راجا جے کشن داس کی گود میں ہوئی تھی۔

اس رسالے میں قدیم طریقۂ تعلیم کے مدرسوں کا بھی احوال ہے۔ ضلع علی گڑھ کے قصبے پلکھنہ کے رہنے والے اور اپنے زمانے کے جیّد عالم مولوی محمد لطف اللہ صاحب کا ذکر سرسیّد نے بڑے لطف واحترام سے کیا ہے۔ انھی کے دم سے علی گڑھ اور نواح میں قدیم علم وعرفان کی

شمع فروزاں تھی۔ وہ اپنے مدرسے میں جن کتابوں کا درس دیتے تھے ان کے نام بھی سرسیّد نے زیرِنظر رسالے میں لکھے ہیں۔

شہر علی گڑھ میں اس زمانے میں جو مسلمان خواتین پڑھی لکھی تھیں ان کا ذکر بھی اس رسالے میں موجود ہے۔ اس میں شہر کی ان انجمنوں کا بھی احوال ہے جو تہذیبی اور سیاسی طور پر فعال تھیں اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کن موانع اور دشواریوں میں سرسیّد نے اپنا سفر جاری رکھا تھا۔ پیشِ نظر رسالے کو نایاب اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ ملک اور بیرون ملک کے ممتاز کتب خانوں میں نایاب ہے۔ رسالے میں اسی املا کو برقرار رکھا گیا ہے جسے سرسیّد نے اختیار کیا تھا۔

مرتب: سرسیّد احمد خاں

ضلع علی گڑھ کی بڑی بستیوں کی مختصر کیفیت اور مسلمان بستیوں کا مختصر حال اور ضلع کی مردم شماری کی رو سے مسلمانوں کی تعداد

علی گڑھ کا ضلع کچھ بہت بڑا نہیں ہے۔ اس کو اگر کچھ فخر ہے تو یہ ہے کہ اس ضلع میں اور اس کے ہم سرحد ضلع بلندشہر میں بہت سے مسلمان رئیس تعلقدار ہیں۔ شمالی مغربی اضلاع کے اور کسی ضلع میں اس قدر نہیں ہیں۔

کُل مردم شماری اس ضلع کی پچھلی مردم شماری کے رو سے ۱۰۲۱۱۸۷ ہے۔ منجملہ اس کے ۱۱۷۳۳۹ مسلمان ہیں اور کل ضلع میں چھ تحصیلیں ہیں۔

دیہات سے بڑی بستیوں یا قصبوں کو ممیز کرنے کے لیے بجز دوطریقوں کے اور کوئی طریقہ

نہیں ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ جو بستیاں یا قصبے قرار دیے جائیں اور اس کے بعد جہاں جہاں ایکٹ ۲۰-۱۸۵۶ء ایکٹ چوکیداری جاری ہوا اس کو بڑی بستی یا قصبہ تصور کیا جائے کیونکہ ایکٹ مذکور ایسی بستیوں میں جاری ہوتا ہے جہاں بہ نسبت کاشتکاروں کے ہر قسم کے لوگ اور ہر قسم کے پیشہ کرنے والے اور تجارت پیشہ زیادہ تر آباد ہوں اور ہم کو بھی ایسے ہی مقاموں میں تعلیم کی حالت دریافت کرنے کی احتیاج ہے۔ پس اسی طریقہ پر ہم نے ضلع علی گڑھ میں قصبات کا انتخاب کیا ہے، جس کی تفصیل تحصیل وار درج ذیل میں مندرج ہے:

تحصیل کول یا علی گڑھ

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
کول	۶۲۴۴۳	۲۲۶۱۴	
جلالی	۶۲۳۳	۲۱۶۷	
برولی	۲۳۸۶	۶۱۷	
مڈراک	۱۵۰۶	۱۴۲	
ہردواگنج	۴۵۲۰	۵۸۵	

تحصیل سکندرہ راؤ

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
سکندرہ	۱۲۱۷۱	۴۸۵۱	
پردل نگر	۳۸۱۱۷	۸۹۶	
ہاٹن	۳۰۰۳	۴۷۳	
کچوڑہ	۳۰۱۸	۳۰۶	

بجے گڑھ	۴۵۵۱	۳۵۲	
پلکھنہ	۳۷۹۸	۲۰۴۲	
کوڑیاگنج	۳۲۸۱	۱۱۰۲	
اکرآباد	۱۸۰۵	۵۳۰	

تحصیل ہاترس

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
ہاترس	۳۴۹۳۲	۷۶۵	
مرسان	۴۷۰۸	۸۲۴	
ساسنی	۴۸۵۱	۶۶۵	
میڈو	۴۳۷۰	۸۱۴	
دریاپور	۲۲۰۳	۲۹۱	

تحصیل اترولی

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
اترولی	۱۴۴۸۴	۵۵۹۳	
گنگیری	۲۱۰۰	۷۵۲	
دتاولی	۱۳۶۲	۱۰۱۷	
دادون	۲۲۰۱	۵۱۹	
چھرا	۲۲۵۸	۷۳۲	

تحصیل کھیر

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
کھیر	۴۴۵۵	۹۳۶	
ٹپل	۵۳۷۱	۱۷۴۷	
چندوس	۲۶۳۳	۵۳۴	
جٹاری	۱۷۱۵	۱۰۹	
سومنا	۱۷۴۳	۳۴۵	

تحصیل اگلاس

نام قصبہ	کل تعداد مردم شماری	تعداد مسلمانان	کیفیت
اگلاس	۱۴۲۸	۱۷۴	
بیسوان	۳۱۳۵	۳۷۹	

ان بستیوں میں سے کسی بستی میں مسلمانوں کی تعداد بلحاظ آبادی کے اس قدر زیادہ نہیں ہے کہ جس کے لحاظ سے اس بستی کو مسلمانوں کی بستی کہا جائے لیکن قصبہ کول، جلالی، سکندرہ، پلکھنا، کوڑیا گنج، اترولی، دتاولی، دادوں، چھرا مسلمانوں کی بستیاں کہی جاتی ہیں۔

جلالی میں نہایت اشراف خاندان سادات کے آباد ہیں اور کسی زمانہ میں نہایت عروج اور ناموری سے بسر کرتے تھے مگر اب تنزل کی حالت میں ہیں۔ سکندرہ درحقیقت ایک ناموربستی مسلمانوں کی تھی مگر وہاں کے مسلمان رئیس اب بالکل تباہ اور برباد ہوگئے ہیں۔ اترولی میں مسلمان کسی قدر زیادہ آباد ہیں مگر کوئی نامور خاندان مسلمانوں کا اس میں نہیں ہے۔ دتاولی اور دادوں اور نیز بھیکم پور اور بوڑہ گاؤں اس وجہ سے مسلمانی بستیاں گنی جاتی ہیں کہ ان مقاموں میں شروانی افغان جو اس ضلع میں رئیس اور مسلمان تعلقدار کہلاتے ہیں سکونت رکھتے ہیں اور ان بستیوں کے زمیندار ہیں۔

گنگیری اس لئے مسلمان بستیوں میں شمار ہوتی ہے کہ وہاں حضرت شاہ مخدوم خواجہ ثنائی کا مزار ہے اور وہ ایک مقدس درگاہ ہے اور وہاں پیرزادہ صاحب آباد ہیں۔

گورنمنٹ اسکولوں اور کالجوں کا بیان

گورنمنٹ ہائی اسکول علی گڑھ

یہ نہایت عمدہ اسکول ہے اور مسٹری آر کیسبن اس کے ہیڈ ماسٹر ہیں اور نہایت کوشش اور مہربانی سے طالب علموں کو پڑھاتے ہیں۔

اس اسکول کے لیے ایک نہایت عمدہ عمارت بنی ہوئی ہے اور اسی کے متصل ایک مختصر کوٹھی مگر عمدہ، ہیڈ ماسٹر کے رہنے کے لیے بنائی گئی ہے، جس میں ہیڈ ماسٹر رہتے ہیں۔

اس کے متعلق ایک بورڈنگ ہاؤس بھی ہے جس میں باہر کے رہنے والے لڑکے رہتے ہیں مگر اس کا انتظام بورڈنگ ہاؤس کے قاعدوں پر نہیں ہے بلکہ صرف لڑکوں کے رہنے کے لیے جگہ ہے جس طرح کہ اور سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے بورڈنگ ہاؤس کا حال ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا تھا کہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے بانیوں کا یہ خیال تھا کہ یہ اسکول توڑ دیا جائے کیونکہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں ان طالب علموں کی بھی تعلیم ہوسکتی ہے جو اس اسکول میں پڑھتے ہیں۔ مگر یہ خیال محض غلط تھا۔ کبھی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے بانیوں کو یہ خیال نہیں ہوا۔ بلکہ انھوں نے اس اسکول کے ٹوٹنے سے جب کبھی اس کا چرچا ہوا ہمیشہ مخالفت کی۔

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کے بانی ایک خاص طریقہ پر اپنے طالب علموں کو تعلیم اور تربیت دینا چاہتے ہیں وہ ہرگز نہیں پسند کرتے کہ اسکول کلاسوں میں طالب علموں کی اس قدر کثرت ہوجائے کہ وہ اس طریقہ پر جس طرح کہ وہ طالب علموں کو تعلیم اور تربیت کرتے ہیں اس سے عاجز ہوجائیں اور جو اصلی مقصد ان کا کالج کے قائم کرنے سے ہے وہ فوت ہوجائے۔

اس اسکول کے قائم رہنے سے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کو اس امر کا فائدہ ہے کہ جو طالب علم

اس اسکول سے انٹرنس پاس کر لیتے ہیں وہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں داخل ہوتے ہیں۔ اگرچہ بہ سبب ان سخت قواعد کے جو محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں کالج کلاس کے طالب علموں کے لیے مقرر ہیں، اس اسکول کے بہت کم طالب علم داخل ہوتے ہیں مگر جس قدر داخل ہوتے ہیں اس سے کالج کلاس کے طالب علموں کی تعداد میں ترقی متصور ہے۔

بالفعل اس اسکول میں ۳۱۸ طالب علم پڑھتے ہیں۔ جن میں ۴۰ مسلمان ہیں اور اگر یہ اسکول نہ ہوتا تو کسی طرح وہ مسلمان لڑکے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میں تعلیم نہ پا سکتے۔

مندرجہ ذیل نقشے سے ہر جماعت کے لڑکوں کی تفصیل معلوم ہوگی۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اسکول کی چھٹی جماعت میں ایک عیسائی لڑکا اور ساتویں جماعت میں ایک پارسی لڑکا تعلیم پاتا ہے جو تعداد مندرجہ خانہ دوم میں شامل ہے:

نام کلاس	تعداد طالب علمان			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
انٹرنس	۲۰۷	۳	۲۱۰	
سکنڈ کلاس	۲۴	۲	۲۶	
تھرڈ کلاس	۶۲	۱۱	۷۳	
فورتھ کلاس	۴۷	۷	۵۴	
ففتھ کلاس	۴۷	۷	۵۴	
سکستھ کلاس	۳۸	۳	۴۱	
سونتھ کلاس	۲۲	۵	۲۷	
ایٹھ کلاس	۱۰	۳	۱۳	
نائنتھ کلاس	۴	×	۴	

مشنری اسکولوں اور کالجوں کا بیان

خاص علی گڑھ میں چرچ مشن کی ایک شاخ ہے اور پادری اسٹوارٹ صاحب یہاں رہتے ہیں۔ مشن نے ایک نہایت عمدہ کوٹھی خرید لی ہے جس میں پادری صاحب کی سکونت ہے اور اس کے احاطہ میں قریب پچیّس پچیّس ہندوستانی عیسائی مرد و عورت ساکن ہیں۔ اسی کوٹھی کے احاطہ میں ایک چھوٹا سا گرجا ہندوستانی عیسائیوں کے عبادت کرنے کے لیے بنا دیا ہے۔ پادری صاحب کا زیادہ تر کام وعظ کرنے کا ہے مگر کوئی مشینری اسکول قائم نہیں ہے۔ یہ مشن ۱۸۵۴ء سے اس ضلع میں قائم ہے۔

پرائیوٹ اسکولوں اور کالجوں کا بیان

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج، علی گڑھ

یہ ایک قومی مدرسۃ العلوم ہے جس کو مسلمانوں نے اپنی کوشش سے اپنی قوم کی تعلیم کے لیے قائم کیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کی تمام ضرورتوں کو مہیا کرے اور ان کو یوروپین سائنسز اور لٹریچر کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے مستفید کرے۔ بایں ہمہ یہ مدرسۃ العلوم ہر ایک قوم و مذہب کے طالب علموں کے لیے کھلا ہوا ہے۔ ہندو بھی مثل مسلمانوں کے اس میں تعلیم پاتے ہیں۔

اس مدرسۃ العلوم میں تین قسم کی تعلیم ہوتی ہے:

(۱) انگریزی زبان اور یوروپین سائنسز اور لٹریچر کی اعلیٰ درجہ تک۔

(۲) عربی و فارسی و سنسکرت زبانوں کی یونی ورسٹی کلکتہ کی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی ڈگری تک۔

(۳) خاص مسلمانوں کو لازمی طور پر دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ سنیوں کو اہلِ سنت و جماعت کے عقائد اور مسائل کے مطابق اور شیعوں کو ان کے عقائد و مسائل کے مطابق۔ ہر ایک مذہب کی تعلیم اسی مذہب کے عالموں کے ذریعہ سے دی جاتی ہے۔

چھوٹی عمر کے لڑکوں کو اور ان کو بھی جنھوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا جہاں تک ہوسکتا ہے، بعد نماز صبح قرآن مجید بھی تھوڑا تھوڑا پڑھا دیا جاتا ہے۔

یہ مدرسہ ۲۴؍مئی ۱۸۷۵ء کو کھولا گیا اور یکم جون ۱۸۷۵ء سے اسکول کلاس اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء سے کالج کلاس قائم ہوگئے۔ یکم جنوری ۱۸۷۸ء سے یہ مدرسہ یونیورسٹی کلکتہ میں فرسٹ آرٹس کے امتحان تک اور یکم جنوری ۱۸۸۱ء سے بی اے کلاس کے امتحان تک اور یکم جنوری ۱۸۸۳ء سے قانونی امتحان میں افیلیٹ ہوگیا۔

۱۸۸۴ء سے مدرسۃ العلوم کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان ایف اے اور انٹرنس کے لیے سنٹر ہوگیا ہے۔ وہ دونوں امتحان اس کالج اور قرب ونواح کے کالجوں اور اسکولوں کے طالب علموں کے اسی جگہ ہوتے ہیں۔

اس کالج کے ساتھ ایک بورڈنگ ہاؤس بھی ہے، جس میں مسلمانوں کے لیے ایک سلسلہ بورڈنگ ہاؤس کا اور ہندوؤں کے لیے علاحدہ علاحدہ چھوٹے چھوٹے بنگلے بنے ہوئے ہیں۔

بورڈنگ ہاؤس کے ساتھ کرکٹ کلب بھی ہے اور ہر بورڈر کو اس میں شریک ہونا جس کے لیے ایک خفیف فیس بھی دینی ہوتی ہے، لازمی ہے۔

مدرسہ کے ساتھ طالب علموں کے مباحثہ کرنے اور مضامین پر اسپیچیں کہنے اور اخبارات پڑھنے کے لیے ایک کلب بھی ہے، جس کا نام ''سٹڈنس یونین کلب'' ہے اور جس میں ہندو مسلمان سب طالب علم شریک ہوسکتے ہیں۔

اس کالج کا انتظام پانچ کمیٹیوں کے تحت میں ہے جن سے علیحدہ علیحدہ کام متعلق ہیں:

(۱) کالج فنڈ کمیٹی۔ اس کمیٹی کے ہاتھ میں تمام آمدنیاں متعلق کالج کے رہتی ہیں اور تمام اخراجاتِ کالج اس کمیٹی کی منظوری سے ہوتے ہیں۔

(۲) کمیٹی مدبران تعلیم السنۂ مختلفہ وعلوم دنیویہ۔

(۳) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت و جماعت۔

(۴) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب شیعۂ اثناعشریہ۔

(۵) کمیٹی منتظم۔ جس کے ہاتھ میں مدرسۃ العلوم اور بورڈنگ ہاؤس کے اندرونی انتظام کا اختیار ہے۔

آمدنیاں اور اخراجات متعلق کالج

اس کالج میں اتنی قسم کی آمدنیاں ہیں:

(۱) منافع پرامیسری نوٹ ہا تعدادی ایک لاکھ تین ہزار۔

(۲) جاگیرات عطیہ گورنمنٹ نظام ونواب سرسالار جنگ مرحوم۔

(۳) روزینۂ دوامی عطیہ والیان ملک۔

(۴) کرایہ کوٹھی ہا وبنگلہ ہا ملکیت کمیٹی۔

(۵) کرایہ بورڈنگ ہاؤس۔

(۶) گورنمنٹ گرانٹ ان ایڈ ومیونسپلٹی۔

(۷) ٹیوشن فیس جو طالب علموں سے لی جاتی ہے۔

(۸) ڈونیشن از طرف احباب جو واسطہ اسکالرشپوں وغیرہ کے جو ہر سال دیا جاتا ہے۔ ہر سال بجٹ آمدنی اور اخراجات کالج کا مشتہر ہوتا ہے، چنانچہ نقشہ مندرجہ ذیل سے چھ سال کی آمدنی و خرچ کا حال معلوم ہوگا۔

نام سال	آمدنی	خرچ	کیفیت
۱۸۸۱ء	۱۲۲۴۳روپیہ ۱۰ آنہ ۶ پائی	۱۲۴۴۶۶۵ آنہ ۶ پائی	
۱۸۸۲ء	۶۶۰۹۳روپیہ ۴ آنہ ۵ پائی	۱۲۲۴۳روپیہ ۹ آنہ ۱۱ پائی	
۱۸۸۳ء	۵۴۶۳۴روپیہ ۴ آنہ ۴ پائی	۶۸۰۵۳روپیہ ۵ آنہ ۶ پائی	
۸۵-۱۸۸۴ء	۵۳۰۷۱ روپیہ ۴ آنہ ۸ پائی	۵۷۸۸۹روپیہ ۶ آنہ ۸ پائی	
۸۶-۱۸۸۵ء	۵۰۵۳۴روپیہ ۹ آنہ ۸ پائی	۷۱۵۷۴روپیہ ۱۰ آنہ ۲ پائی	
۸۷-۱۸۸۶ء	۵۰۵۷۷ روپیہ ۱۴ آنہ ۴ پائی	۹۰۶۴۴روپیہ ۱ آنہ ۲ پائی	
			یہ جمع خرچ بسبب تبدیل سال کے سوا برس کا ہے۔

تعداد طالب علمان

بالفعل اس کالج میں ۲۵۷ طالب علم ہیں اور منجملہ ان کے ایک سو آٹھ مسلمان اور تیرہ ہندو کل ۱۲۱/ بورڈر ہیں۔ تفصیل طالب علموں کی مندرج ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگی:

نام ڈپارٹمنٹ	تعداد طالب علمان			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
کالج ڈپارٹمنٹ	۲۹	۲۰	۴۹	دو پارسی اور ایک دیسی عیسائی بھی اسکول میں پڑھتے ہیں۔
اسکول ڈپارٹمنٹ	۱۴۰	۶۸	۲۰۸	

فیس تعلیم

اسکول ڈپارٹمنٹ میں نویں کلاس سے تیسرے کلاس تک کے ہر ایک طالب علم سے ایک روپیہ ماہواری فیس لی جاتی ہے اور پہلے اور دوسرے کلاس کے ہر ایک طالب علم سے دو روپیہ ماہواری۔

کالج ڈپارٹمنٹ میں ایف اے کلاس کے ہر ایک طالب علم سے تین روپیہ ماہواری اور بی اے کلاس کے ہر ایک طالب علم سے چار روپیہ ماہواری فیس لی جاتی ہے۔

اخراجات بورڈنگ ہاؤس

بورڈنگ ہاؤس دو قسم کے ہوتے ہیں اور ان کا کرایہ مختلف ہے۔ اخراجات جو بورڈنگ ہاؤس کے ہیں وہ بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک لازمی جو ہر ایک بورڈر کو ادا کرنے ہوتے ہیں خواہ وہ پختہ بورڈنگ ہاؤس میں رہتا ہو یا کھپریل کے بورڈنگ ہاؤس میں۔ دوسرے غیر لازمی یعنی بابت اخراجات ناشتہ صبح و تنقّل بعد دوپہر۔ ان دونوں کا کھانا یا نہ کھانا بورڈروں کے اختیار میں ہے، جو لوگ کہ ان دونوں وقتوں میں بھی کھاتے ہیں ان کو خرچ زائد جو موسوم بہ خرچ غیر لازمی ہے ادا کرنا

ہوتا ہے۔ نقشہ مندرجہ ذیل سے اس کی تفصیل واضح ہوتی ہے لیکن اگر وہ طالب علم ایک کمرے میں شامل ہو کر رہیں تو خرچ میں اور کمی ہو جاتی ہے۔

قسم بورڈنگ ہاؤس	سالانہ اخراجات لازمی	سالانہ اخراجات غیر لازمی	کیفیت
پختہ بورڈنگ ہاؤس	۱۹۴ روپیہ	۳۶ روپیہ	کل خرچ لازمی و غیر لازمی ۲۳۰ روپیہ
کھپریل کے بورڈنگ ہاؤس	۱۲۲ روپیہ	۳۶ روپیہ	کل خرچ لازمی و غیر لازمی ۱۵۸ روپیہ

امتحانات یونیورسٹی

اس کالج سے آج تک ۱۹۱ طالب علموں نے یونیورسٹی کلکتہ کے امتحانات پاس کیے ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہے:

نام امتحان	تعداد طالب علمان جو پاس ہوئے			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
انٹرنس	۴۱	۷۷	۱۱۸	
ایف اے	۳۱	۲۵	۵۶	
بی اے	۸	۹	۱۷	

مذہبی تعلیم

کالج اور اسکول دونوں میں مسلمان طالب علموں کو مذہبی تعلیم دی جاتی ہے۔ سنّی طالب علموں کو سنّی مولوی تعلیم دیتے ہیں اور شیعہ طالب علموں کو شیعہ مولوی۔

اس مطلب کے لیے کہ مذہبی تعلیم میں کون کون سی کتابیں داخل کی جاویں دو کمیٹیاں مقرر ہیں ایک کمیٹی شیعہ ممبروں کی ہے اور دوسری کمیٹی سنّی ممبروں کی۔ جب یہ کمیٹیاں قائم ہوئی تھیں اس وقت یہ تجویز ہوئی تھی کہ سیّد احمد خان نہ ان کمیٹیوں میں سے کسی کمیٹی کے ممبر ہوں اور نہ تعلیم مذہبی میں کسی طرح کی مداخلت کریں۔ چنانچہ سیّد احمد خان ان کمیٹیوں سے اور مذہبی تعلیم میں مداخلت کرنے سے بالکل علاحدہ ہیں۔

مگر نہایت افسوس ہے کہ دونوں کمیٹیوں کے ممبر کچھ بھی توجہ اور تندہی مذہبی تعلیم کی طرف نہیں کرتے۔ کورس مذہبی تعلیم کا نہایت ابتر حالت میں ہے اور جب تک کہ اس کو از سر نو درست نہ کیا جائے مذہبی تعلیم کی درستی نہیں ہوسکتی۔ سنّی کمیٹی کے بعض ممبر اس کی درستی پر آمادہ ہوئے ہیں دیکھیے کہ کیا انجام ہوتا ہے۔

مذہبی تعلیم کالج اور اسکول میں جو دی جانی قرار پائی ہے اس کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ مسلمان طالب علم ضروری مسائل عقائد مذہبی اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، وراثت، ہبہ اور وصیت سے واقف ہوجائیں۔ مذہبی تعلیم کو اس قدر پڑھانا جس سے تعلیمِ انگریزی میں ہرج اور مشکل پیش آئے مقصود نہیں ہے اور اسی لیے ہفتہ میں صرف ایک دن مذہبی تعلیم کا ہے۔ اگر کتب مذہبی کا سلسلہ عمدہ طرح سے قائم کیا جائے تو اس مدت میں جس قدر کہ انگریزی تعلیم ختم ہوتی ہے مذہبی تعلیم میں بخوبی دستگاہ حاصل ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر سلسلۂ تعلیم خراب طور پر ہو جیسا کہ اب ہے تو بجز اوقات ضائع کرنے کے اور کوئی معتد بہ فائدہ متصور نہیں۔

بعض گرمجوش مذہبی ممبروں نے مذہبی تعلیم کے نتائج امتحان پر کچھ اسکالرشپیں اور خاص مذہبی انعام دینے تجویز کیے تھے مگر چند روز گرمجوشی کے بعد بالکل سرد مہری ہوگئی۔

چھوٹے لڑکوں کے لیے جنھوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا یا پورا نھیں پڑھا یہ قرار پایا تھا کہ باہمی چندہ سے دس بارہ حافظ نوکر رکھے جائیں اور صبح کی نماز کے بعد ان لڑکوں کو تھوڑا تھوڑا قرآن مجید پڑھا دیا جایا کرے۔ دو تین مہینے تو اس پر بڑی سرگرمی رہی مگر نہ پھر وہ چندہ رہا اور نہ وہ گرمجوشی۔ اب صرف ایک حافظ کمیٹی کی طرف سے نوکر ہے اور اس سے جس قدر ہوسکتا ہے وہ کرتا ہے۔

کالج فنڈ کمیٹی بمشکل کالج اور اسکول کے اخراجات کو پورا کرتی ہے۔ اس میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ ان اخراجات کو بھی برداشت کرسکے۔ بالفعل جب تک کہ بیرونی امداد ان کاموں کے لیے نہ ہو یہ کام پورے نہیں ہوسکتے۔ ہاں اگر کسی وقت کالج فنڈ کمیٹی کو زیادہ استطاعت ہوجائے گی تو اس کو ان کاموں میں بھی روپیہ خرچ کرنے میں کچھ عذر نہیں۔

مینجنگ کمیٹی کا نسبت مذہبی تعلیم کے صرف یہ کام ہے کہ تمام بورڈروں کو پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کی تاکید رکھتی ہے، چنانچہ سب بورڈر پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور جس قدر کہ انھوں نے مذہبی کتابیں پڑھی ہوتی ہیں، ان میں ہر سال امتحان لے کر ہر ایک کے امتحان کے نمبر بتا دیتی ہے جو اکثر افسوس کے لائق ہوتے ہیں۔

کالج کے طالب علموں کی تعلیم لندن میں

گیارہ مسلمان طالب علم اس کالج کے ذریعہ سے لندن واسطے ترقی تعلیم کے لیے بھیجے گئے۔ ان میں سے چھ طالب علم بارسٹر ہوئے۔ منجملہ ان کے دو نے کیمبرج سے علاوہ بارسٹری کے بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی اور پانچ طالب علم بالفعل ولایت میں بارسٹری اور ڈگری کے لیے تعلیم پارہے ہیں۔

جو طالب علم اس کالج کے بلاواسطہ اس کالج کے بذریعہ اپنے مربّیوں کے واسطے ترقی تعلیم کے لندن گئے ہیں، ان کی تعداد سات ہے۔ منجملہ ان کے دو ہندو ہیں اور پانچ مسلمان۔ منجملہ دو ہندوؤں کے ایک ہندو بارسٹر ہوکر ہندوستان میں آگیا اور باقی تعلیم پارہے ہیں۔

ذکر کالج اسٹاف کا

کالج اسٹاف میں ایک یوروپین پرنسپل اور دو یوروپین پروفیسر آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے گریجویٹ ہیں اور جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو انگلستان کی یونیورسٹیوں سے کوئی یوروپین افسر بلایا جاتا ہے۔ علاوہ ان کے ایک سنّی پروفیسر اور ایک شیعہ پروفیسر ہیں، جن سے عربی

اور فارسی اور مذہبی تعلیم متعلق ہے اور ایک سنسکرت پروفیسر ہے اور ایک لائبریرین ہے۔

اسکول ڈپارٹمنٹ میں ایک یوروپین ہیڈ ماسٹر اور سات انگلش مدرّس اور تین عربی اور فارسی کے مدرّس اور ایک ہندی کا مدرّس ہے اور ایک مدرس بورڈنگ ہاؤس میں رہتا ہے جو چھوٹی جماعتوں کے لڑکوں کو غیر وقت مدرسہ میں اس کا سبق یاد کرا دیتا ہے۔

ذکر تعمیر عمارت کالج

کالج کی عمارت بہت بڑی اور عالیشان بنی تجویز ہوئی ہے، جس میں کالج اور اسکول کلاسوں کے لیے کمرے اور ایک بہت بڑا کمرہ کتب خانہ کے لیے اور ایک بہت بڑا کمرہ میوزیم کے لیے اور ایک عظیم الشان مسجد نماز پڑھنے کے لیے اور ایک بڑا ہال طالب علموں کے کھانا کھانے کے لیے اور ایک ہال کالج اور اسکول کے مدرسوں کے جمع ہونے اور کالج کے انتظامی امور پر مشورہ کرنے کے لیے ایک سو چھہتّر دوہرے کمرے طالب علموں کے رہنے کے لیے اور دو کمرے بطور شفاخانہ کے شامل ہیں۔

کالج کی تعمیر کے ہر چہار طرف وسیع میدان ہے، جس میں کالج کے متعلق باغ بطور پارک کے بنانا تجویز ہوا ہے۔ اسی میدان میں لڑکوں کے کھیلنے اور تفریح کرنے کا ہر قسم کا سامان ہوتا ہے۔ اسی میدان کے ایک جانب کالج کے تمام یوروپین افسروں کے رہنے کے لیے بنگلوں کا بنانا تجویز ہوا تھا۔

بعد اس عمارت مجوزہ کے گیارہ کمرے کلاسوں کے پڑھنے کے جن میں بالفعل کالج کلاسیں پڑھتے ہیں اور چوالیس پختہ دوہرے کمرے طالب علموں کے رہنے کے لیے اور اٹھہتّر کمرے اکہرے کھپریل کے جن میں طالب علم رہتے ہیں اور ایک بہت بڑا اور عالیشان ہال طالب علموں کے کھانا کھانے کا جو سالار منزل کے نام سے مشہور ہے اور تین جدید بنگلے کالج کے پروفیسروں کے رہنے کے لیے اور چھ چھوٹے بنگلے ہندو طالب علموں کے رہنے کے لیے اور ایک نہایت عمدہ بنگلہ یونین کلب کے لیے اور کالج کا باغ مع ایک جانب کے سنگین احاطہ اور تین پختہ کنوؤں کے تیار ہو گیا ہے اور ایک عمارت موسوم بہ جوبلی روم اور ایک کمرہ موسوم بہ حمید اللہ خان روم اور ایک کمرہ موسوم بہ

محسن الملک روم اور لائبریری کی عمارت زیر تعمیر ہے۔ مسجد کے لیے فہرست چندہ کی کھولی گئی ہے اور اس کی بنیادیں رکھ دی گئی ہیں اور اس کی تعمیر بھی جاری ہوئی ہے۔

جب کالج جاری ہوا تو بہت سے مکان عارضی طور پر بنائے گئے جو اب سب ٹوٹ گئے ہیں اور جو کچھ باقی ہیں وہ بھی ٹوٹ رہے ہیں۔

علاوہ اس کمیٹی نے تین بنگلے اور ایک کوٹھی جو متصل کالج کے واقع تھی اور تمام زمینیں جو کالج کی زمین کے اردگرد تھیں خرید کر کے کالج میں شامل کر دی ہیں۔ من جملہ ان خرید کیے ہوئے مکانات کے ایک کوٹھی میں اسکول کلاسیں پڑھتی ہیں اور ایک بنگلہ میں پرنسپل کالج کے رہتے ہیں اور دو بنگلے لوگوں کو کرایہ پر دیے جاتے ہیں۔ یہ سب اخراجات اس فنڈ سے نہیں ہوتے جو کالج کے اخراجات کے لیے ہے بلکہ ان کاموں کے لیے جدا چندہ کھولا ہوا ہے جو بلڈنگ فنڈ کے نام سے موسوم ہے۔ اس وقت تک کل عمارت اور باغ وغیرہ کی تعمیر میں مع ان عارضی عمارتوں کے جو بنائی گئی اور ڈھا دی گئیں اور مع زمینوں اور بنگلوں اور کوٹھی کے خرید کرنے کے قریب چار لاکھ روپیہ کے خرچ ہو چکا ہے۔

مدرسہ مفید خلائق

یہ ایک چھوٹا سا مدرسہ خاص علی گڑھ میں ہے اور انگریزی زبان کی اور اس کے ساتھ اردو کی تعلیم ہوتی ہے۔ منشی بال کشن صاحب رئیس علی گڑھ نے ۱۸۶۷ء میں اس کو قائم کیا تھا۔ اس زمانہ میں اس کا خرچ ۱۰ روپیہ ماہواری چندہ اور ۱۱ روپیہ آمدنی فیس سے چلتا تھا بعد اس کے میونسپلٹی سے ۵ روپیہ ماہواری اور امداد اس کو ملنے لگی۔ چند سال تک یہ مدرسہ نہایت رونق سے جاری رہا۔ ۱۸۸۷ء میں منشی بال کشن صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مدرسہ بھی بے رونق و خراب ہو گیا۔ مگر ان کے بھائی منشی چھکن لال [یہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے عملہ میں تھے، ان کا کام انگریزی اخبارات کے مضامین اور خبروں کو اردو میں منتقل کرنا تھا۔ ۱۸۶۶ء میں ان کی تنخواہ ۲۵ روپیہ ماہوار تھی۔ اصغر عباس] نے اس کی سرپرستی کی اور عمدہ طرح سے اس کو چلایا۔ مارچ ۱۸۸۷ء میں منشی چھکن لال صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر اس کی ترقی نے تنزل کی طرف رجوع کی، اب منشی شیام بہاری لال صاحب کی

کوشش سے زندہ ہے۔

بالفعل اس مدرسہ میں ہائی اسکول کے پانچویں کلاس تک تعلیم دیجاتی ہے اس کے بعد اس اسکول کے طالب علم علی گڑھ ہائی اسکول میں داخل ہوجاتے ہیں۔ خاص منشی بال کشن صاحب کے خاندان کے لوگ دس روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں اور تین روپیہ ماہواری چندہ کا اور ہے۔ غرض کل تیرہ روپیہ ماہواری آمدنی چندہ کی ہے اور دس روپیہ ماہواری میونسپلٹی سے ملتا ہے اور چوبیس روپیہ ماہواری کا خرچ ہے۔

بالفعل اس مدرسہ میں چالیس طالب علم ہیں۔ ۳۲ ہندو اور ۸ مسلمان۔

ہندوستانی قدیم طریقہ کے مکتبوں کا بیان

علی گڑھ میں ہندوستانی طریقہ تعلیم کے مکتبوں کی کثرت اگرچہ اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ کسی پہلے زمانہ میں تھی۔ مگر اب بھی ایک معقول تعداد مکتبوں کی موجود ہے اور ہمارے عزیز شہر کے قوم کائستھ کے صاحبوں نے زیادہ اس طریقہ کو قائم رکھا ہے جس کا ہم مسلمانوں کو ممنون ہونا چاہیے۔ خاص شہر علی گڑھ میں ۵۳ مکتب اور ۹ پاٹھ شالہ اور مفصلات میں ۳ مکتب اور ۲ پاٹھ شالہ اس قسم کے موجود ہیں۔ اکثر مکتبوں میں مسلمان میاں جی نوکر ہیں اور قدیم طریقہ پر فارسی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور اخراجات مکتب کے وہی لوگ ادا کرتے ہیں جن کے گھر پر وہ مکتب ہے اور لڑکے بھی کسی قدر پیسے میاں جی کو دیتے ہیں۔

شہر علی گڑھ کے مکتب اور پاٹھ شالہ بقید محلہ اور تعداد طلبا حسب تفصیل ذیل ہیں:

نام محلہ جہاں مکتب ہے	نام اس شخص کا جس کے گھر پر مکتب ہے	ہندو	مسلمان	میزان	کیفیت
ساسنی دروازہ حسین گنج	لالہ کندن لال صاحب کائستھ	۲	۱	۳	
محلہ لڑھیا	لالہ انکار پرشاد صاحب کائستھ	۱۵	×	۱۵	
سرائے گوالی	بابو پیارے لال صاحب کائستھ	۱۰	۱	۱۱	
ایضاً	حکیم کنہیا لال صاحب کائستھ	۳	۴	۷	
کھائی دورہ	منشی پریا لال صاحب کائستھ	۴	×	۴	
ماموں بھانجہ	بابو دھرم داس صاحب کھتری	۷	۳	۱۰	
ایضاً	لالہ جیون رام صاحب سراؤگی	۷	۶	۱۳	
ماموں بھانجہ	کلیان داس زرگر	۵	۲	۷	
سرائے پختہ	بہاری لال صاحب وکیل بقال	۳	×	۳	
رسل گنج	منگل سنگھ صاحب ٹھاکر راجپوت	۱۲	۱۲	۲۴	
ایضاً	گنگا رام صاحب بقال	۴	×	۴	
سرائے حکیم	بابو گوری لال صاحب وکیل کائستھ	۲۲	۱	۲۳	
دھوسر	بابو کشن چرن صاحب بنگالی	۱۵	۱	۱۶	
منیہاران	غلام رسول صاحب	۲	۷	۹	
پٹوا	حسن علی صاحب	۵	۵	۱۰	
سرائے بیرنرائن	منشی دھیرج لال صاحب کائستھ	۲۶	۴	۳۰	

سرائے سلطانی	حکیم مشرف علی صاحب	۳	۷	۱۰	
براہی	لالہ سروپ لال صاحب کائستھ	۱۴	۶	۲۰	
قاضی پاڑہ	مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل	×	۱۶	۱۶	
سرائے کرنی	لالہ سری لال صاحب خزانچی سراؤگی	۳	۲	۵	
سرائے سلطانی	عبدالرشید خان صاحب	×	۲	۲	
بالائے قلعہ	ڈپٹی کوڑامل صاحب بینہ	۲	×	۲	
لنگاٹولہ	لالہ جوالا پرشاد صاحب وکیل کائستھ	۸	۴	۱۲	
مداردروازہ	میانجان صاحب وکیل	×	۳	۳	
پٹوا	لالہ ایشری پرشاد صاحب وکیل کائستھ	۷	×	۷	
ایضاً	لالہ کنجھاری لال صاحب کائستھ	۱	×	۱	
سرائے سلطانی	مولوی قطب الدین سرشتہ دار جی	×	۷	۷	
قانون گویان	لالہ بشن لال صاحب کائستھ	۲	۴	۶	
پٹوا	لالہ بانکے لال صاحب کائستھ	۴	×	۴	

قانون گویان	لالہ درگا پرشاد صاحب کائستھ	۴	۲	۶	
ایضاً	لالہ شیام بہاری لال صاحب کائستھ	۷	۵	۱۲	
ماموں بھانجہ	لالہ لوکمنداس	۲	۱	۳	
ایضاً	لالہ منگل سین	۶	۴	۱۰	
ایضاً	زوجہ لالہ رام سرنداس	۳۵	۲	۳۷	
میان گنج	لالہ پالامل	۳۶	۱	۳۷	
دکنو پران	لالہ کشن چند	۲۰	۲	۲۲	
میان گنج	گردھاری لال	۶	×	۶	
ایضاً	لالہ شنکر لال	۱۲	×	۱۲	
موتی مسجد	امام الدین	۱	۳۵	۳۶	
رفعت گنج	نیاز احمد	×	۴	۴	
رنگ محل	کیول رام	۲۴	۱	۲۵	
برہمن پوری	بھولا پرشاد	۲	۴	۶	
ایضاً	ٹھاکر جے رام سنگھ	۷	۲	۹	
باؤلی منڈ	عبدالشکور خاں	۲	۱۵	۱۷	
سیّدواڑہ	الٰہی بخش	×	۶	۶	
عثمان پاڑہ	عبدالواحد	×	۷	۷	
دہلی دروازہ	امراؤ خان	×	۲	۲	
ایضاً	کرامت اللہ	×	۴	۴	

ایضاً	حکیم اللہ خان	×	۳	۳	
کنوری گنج	احمد حسین	×	۱	۱	
بالائے قلعہ	محمد یعقوب	×	۲	۲	
آتشبازان	امتیاز علی	×	۶	۶	
ماموں بھانجہ	اعجاز حسین	۵	۱	۶	
ایضاً	گوکل چند پنڈت	۷	×	۷	
سرائے حکیم	پنڈت سکھرام	۲۰	۱	۲۱	
شاہ پاڑہ	پنڈت چین سنگھ	۲۰	×	۲۰	
جے گنج متصل ساسنی دروازہ	پنڈت نندرام	۱۵	×	۱۵	
جے گنج	پنڈت سری کشن	۴۹	۱	۵۰	
مانک چوک	پنڈت جمنا پرشاد	۱۵	×	۱۵	
کٹرہ	بابو پران سکھ	۱۵	×	۱۵	
برہمن پوری	پنڈت مہر چند	۱۵	×	۱۵	
سرائے برج شکستہ	پنڈت دیبی داس	۱۴	۱	۱۵	

مکاتب جو مفصلات علی گڑھ میں ہیں

طالب نگر	اللہ داد خان	۴	×	۴	
قصبہ جلالی	شیو پرشاد	۱	۸	۹	
ایضاً	میر باقر حسین	۲	۵	۷	
ہردواگنج	پنڈت گوبردھن	۳۰	۶	۳۶	پاٹھ شالہ
ایضاً	پنڈت رام لال	۱۰	۸	۱۸	ایضاً

قرآن مجید کی درسگاہوں کا بیان

مدرسہ خیر المدارس

یہ مدرسہ چار برس سے خاص علی گڑھ میں قائم ہے۔ مولوی محمد فائق اس مدرسہ کے قائم کرنے والے ہیں اور ان کا مقصد اصلی قرآن مجید کی تعلیم اور فارسی کی ابتدائی تعلیم قدیم طریقہ پر ہے۔ اس مجمع نے جو اس مدرسہ کا منتظم ہے اپنا نام ''انجمن خیر'' رکھا ہے اور چندہ جمع کرنے کا نام 'خزینۃ الخیر' چندہ محلہ وار جمع ہوتا ہے۔ ماہواری چندہ کی تعداد ایک پیسہ سے دو روپیہ تک ہے مگر زیادہ تر چندہ دینے والے ایک آنہ اور دو آنہ ماہواری کے ہیں۔ پچھلے سال کی اوسط آمدنی گیارہ روپیہ ماہواری کے قریب متصور ہوسکتی ہے۔ اور بالفعل خرچ ۱۴ روپیہ ماہواری کا علاوہ متفرقات کے ہے۔

مولوی محمد فائق انجمن کے سکریٹری اور مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ ان کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ر شوال ۱۳۰۴ھ تک صرف دو روپیہ گیارہ آنہ آمدنی سے زاید خرچ ہوا تھا۔ اس چار برس کے عرصہ میں بیس لڑکے قرآن مجید ختم کر چکے ہیں اور بالفعل ۵۵ لڑکے مدرسہ میں پڑھتے ہیں۔ ان لڑکوں میں شیخوں، پٹھانوں، جولاہوں، قصابوں، لوہاروں کے لڑکے شامل ہیں۔

عربی مدرسہ علی گڑھ

جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب نے اپنے عربی مدرسہ میں جس کا ذکر آگے آئے گا قرآن مجید کی تعلیم کی بھی ایک شاخ قائم کر رکھی ہے اور ایک حافظ واسطے تعلیم قرآن مجید کے نوکر ہے اور پانچ روپیہ مشاہرہ پاتا ہے۔ تیس لڑکے اس سے قرآن مجید پڑھتے ہیں۔ عربی مدرسہ کا اس شہر میں ہونا اور اس میں تعلیم قرآن مجید کی شاخ کا قائم ہونا صرف جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب کی ذات فیض آیات کی برکت کا سبب ہے۔

بزرگ اور مقدس علماء جو قدیم طریقہ کے مطابق لوگوں کو پڑھاتے ہیں

عربی مدرسہ علی گڑھ

بلاشبہ ہمارے اس چھوٹے سے شہر کو اس بات کا فخر ہے کہ اس میں ایک ایسا مدرسہ جو اگلے زمانے کے مقدس درسوں کی نشانی ہے، موجود ہے اور یہ فیض و برکت اس شہر کو جناب مولانا و بالفضل اولٰینا مولوی محمد لطف اللہ صاحب کی ذات بابرکات سے حاصل ہے۔

۱۲۸۶ ہجری میں اس ضلع کے مسلمان رئیسوں نے باہمی چندہ سے اس مدرسہ کو قائم کیا تھا اور مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس علی گڑھ اس مدرسہ کے سکریٹری اور بہت گرم جوش ممبر تھے۔ اس وقت ایک ہزار دوسو چھتیس روپیہ سالانہ فہرست چندہ میں مندرج ہوا تھا اور خرچ مدرسہ کا آٹھ سو باون روپیہ سالانہ قرار پایا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ کبھی پورا چندہ وصول نہیں ہوا۔ ایسے بھی ہیں جو خود بھی پڑھتے ہیں اور لوگوں کو بھی پڑھاتے ہیں۔

بہت سے طالب علموں نے اس مدرسہ کی بدولت فروغ حاصل کیا ہے اور اس سال بھی دو طالب علموں کو تحصیل علوم سے فراغ حاصل ہوا ہے۔

بالفعل جو طالب علم پڑھتے ہیں ان کے درس میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

صحیح بخاری، جامع ترمذی، ہدایہ، توضیح و تلویح، صدرا، شمس بازغہ، میر زاہد رسالہ حاشیہ مولوی غلام یحییٰ، شرح مسلم مولوی حمداللہ، مختصر معانی، تصریح شرح تشریح الافلاک، تحریر اقلیدس، میبذی، شرح تہذیب، نورالانوار، غنیۃ المصلی، شرح ملا، کافیہ، میزان الصرف اور بعض کتب فارسی۔

پہلی تیرہ کتابوں کا سبق تو خود جناب مولوی صاحب ممدوح پڑھاتے ہیں اور باقی کتابوں کا درس بعض طلباء جن کی تحصیل اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئی ہے، دیتے ہیں۔

اس مدرسہ کے متعلق ایک حافظ بھی ہے جو قرآن پڑھاتا ہے اور جس کا ذکر تعلیم قران کی مد میں بیان کیا گیا ہے۔

تحصیلی اور حلقہ بندی مکتبوں کا بیان

ضلع علی گڑھ میں چھ تحصیلیں ہیں ہر تحصیل میں تحصیلی مدرسہ ہے، الا تحصیل اگلاس کا مدرسہ، تمام اگلاس میں نہیں ہے بلکہ بعوض اس کے بیسوان کے مقام میں ہے۔ علاوہ ان کے تین پرگنہ مدرسہ ہیں ان سب کی تفصیل و تعداد طلبا ہندو و مسلمان نقشہ ذیل میں مندرج ہے۔

نام تحصیل	تعداد طلبہ			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
کول	۱۰۴	۳۵	۱۳۹	
ہاترس	۶۰	۶	۶۶	

ایک عام عادت جو ہماری قوم میں ہے کہ ابتدا تو ہر ایک کام میں نہایت گرم جوشی دکھلائیں گے اور تھوڑے دنوں بعد وہ تمام جوش خروش سب ٹھنڈا ہو جائے گا۔ وہی حال اس مدرسہ کا بھی ہوا۔ چند دن کا ماہواری ہو یا سالانہ باقاعدہ وصول ہونا محالات سے ثابت ہو گیا ہے۔ پس وہی نتیجہ اس مدرسہ کے چندہ کا بھی ہوا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کوئی چندہ دینے والا نہ رہا اور مہتمموں نے بھی بعض وجوہات سے دست کشی اختیار کی۔

مولوی محمد لطف اللہ صاحب کنبہ والے آدمی ہیں اور خرچ کثیر اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ بہت متوکل اور نیک اور صابر اور قانع ہیں مگر اخراجات ضروری زن و فرزند سے نہ توکل مقابلہ کرسکتا ہے نہ صبر اس لیے قریب تھا کہ مولوی صاحب ممدوح علی گڑھ کو چھوڑ دیں لیکن بعض عالی ہمت رئیس مانع ہوئے اور چند رئیسوں نے مل کر سو روپیہ ماہواری ان کے اخراجات کے لیے مقرر کیا اور یہ درخواست کی کہ وہ بدستور علی گڑھ میں رہیں اور طالب علموں کو پڑھایا کریں۔ مگر افسوس سے ہم سنتے ہیں کہ کبھی کبھی اس میں بھی خلل پڑ جاتا ہے۔

سابق میں یہ مدرسہ علی گڑھ کی جامع مسجد میں تھا اور اکثر طالب علم بھی مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کو نہایت رونق تھی مگر نہایت افسوس ہے کہ بعض اسباب سے مولوی صاحب ممدوح مسجد

کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور اب اپنے گھر پر بیٹھے طالب علموں کو پڑھاتے ہیں۔ پڑھانے کا وقت صبح کے چھ بجے سے گیارہ بجے تک اور دو بجے سے پانچ بجے تک ہے اور برابر سبق ہوتے رہتے ہیں۔

بالفعل باسٹھ طالب علم پڑھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر پنجاب کے اور بنگالہ کے رہنے والے ہیں اور چند وسط ہند کے مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ شمالی مغربی اضلاع کا کوئی طالب علم نہیں ہے۔

یہ غریب طالب علم جو اپنے قدیم علوم کو پڑھتے ہیں معاش سے بھی تنگ ہیں۔ بعض رئیسوں نے چند طالب علموں کے لیے ایک قلیل مقدار کا وظیفہ مقرر کر دیا ہے اور بعض متفرق مسجدوں میں رہ کر اپنی گزران کرتے ہیں اور چند ایسے ہیں جو اپنے پاس سے کھاتے ہیں۔

نام تحصیل	تعداد طلبہ			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
سکندرہ	۸۵	۱۷	۱۰۲	
کھیر	۴۷	۷	۵۴	
اترولی	۷۴	۳۱	۱۰۵	
بیسواں تحصیل اگلاس	۷۱	۵	۷۶	
پرگنہ جلالی	۱۲	۲۸	۴۰	
پرگنہ ٹپل	۴۶	۲۵	۷۱	
پرگنہ ہردواگنج	۵۵	۱۱	۶۶	

حلقہ بندی یا دیہاتی مدرسوں کی بقید تعداد طلبا اور بہ تفصیل ہندو مسلمان ذیل کے نقشہ میں مندرج ہے:

نام تحصیل		تعداد طلبہ			کیفیت
		ہندو	مسلمان	میزان	
کول	طالب نگر	۵۲	۳	۵۵	

	الٰہ داد پور	۳۸	۲	۴۰	
	نگولہ	۲۰	×	۲۰	
	گڈرانہ	۲۳	۳	۲۶	
	بروٹ	۲۷	۳	۳۰	
	چنگری	۲۴	×	۲۴	
	مڈراک	۱۸	×	۱۸	
	بہانگری	۲۵	×	۲۵	
	بھورانسی	۳۶	۴	۴۰	
	ہاڑون	۱۵	×	۱۵	
	ندرئی	۲۰	×	۲۰	
	لودہ	۱۵	×	۱۵	
	اکھلانہ	۱۸	۱	۱۹	
	برولی	۴۴	۲	۴۶	
	جرولی روڈ	۱۹	×	۱۹	
	جوان	۲۳	۱	۲۴	
	سہری	۹	×	۹	
	مئی	۲	×	۲	
	شہباز پور	۱۶	×	۱۶	
	بھرتری	۲۰	×	۲۰	
	کلوہ	۱۸	×	۱۸	
	چھرت	۲۵	×	۲۵	

	ساتھہ	۱۴	×	۱۴	
	پرسہرا	۱۸	۴	۲۲	
	سونانہ	۲۷	×	۲۷	
	جلالی	۱۶	۲	۱۸	
میزان	۲۶	۵۸۲	۲۵	۶۰۷	
ہاترس	دریاپور	۶۱	۲	۶۳	
	مرسان	۵۶	×	۵۶	ہندی مدرسہ
	چھونڈہ	۴۲	۴	۴۶	
	مینڈو	۶۴	۲	۶۶	
	ساسنی	۷۲	۴	۷۶	
	مالابیتی	۴۴	۱	۴۵	
	ڈہک پڑا	۳۹	×	۳۹	
	لہرا	۲۰	×	۲۰	
	روددائن	۳۵	×	۳۵	
	دلہن پور	۲۷	×	۲۷	
	منو	۲۳	×	۲۳	
	بگروبہ	۳۱	×	۳۱	
	ٹکسان	۲۶	۱	۲۷	
	بٹیہ گاؤں	۳۷	۳	۴۰	
	سانہ	۲۴	۱	۲۵	

	مرسان	۲۱	۱۳	۳۴	اردو مدرسہ
	سیکر	۲۶	×	۲۶	
	ویدامئی	۲۲	×	۲۲	
	یابن	۱۸	۴	۲۲	
	شاہ پور	۲۳	×	۲۳	
	تھولئی	۲۰	×	۲۰	
	کوندہ	۲۰	×	۲۰	
	سیجو پور	۲۰	×	۲۰	
	لودہ	۲۰	×	۲۰	
میزان	۲۴	۷۹۰	۳۵	۸۲۵	
سکندرہ راؤ	اکرآباد	۷۱	۱۰	۸۱	
	کچورہ	۳۴	۶	۴۰	
	ہسائن	۳۸	۴	۴۲	
	پرول نگر	۳۳	۶	۳۹	
	بجے گڈھ	۴۳	۷	۵۰	
	کونڈیا گنج	۳۶	۶	۴۲	
	بورہ	۳۶	×	۳۶	
	پلکھنہ	۳۱	۹	۴۰	
	قاسم پور	۳۰	×	۳۰	
	اکسولی	۱۹	۷	۲۶	

	دنڈیسری	۲۲	۲	۲۴	
	رودواین	۲۰	۳	۲۳	
	جرولی کلاں	۱۵	۵	۲۰	
	نگریا	۲۲	۳	۲۵	
	ارنومت	۱۸	×	۱۸	
	مئو	۲۲	×	۲۲	
	دہنولی	۱۴	×	۱۴	
	کٹہرہ بچھیڑہ	۱۹	۵	۲۴	
	باڑی	۱۱	۵	۱۶	
	بھکوری	۱۷	×	۱۷	
	نرتر	۱۷	×	۱۷	
	ماندعبدالحئی پور	۲۵	×	۲۵	
	ساؤلی	۲۴	۱	۲۵	
	بمنوئی	۲۳	۱	۲۴	
	کنتری شاہ پور	۲۰	×	۲۰	
	جریرہ	۱۸	×	۱۸	
	پچون	۲۹	۲	۳۱	
	کٹرہ عالم پور	۲۰	۱	۲۱	
	ماتئی	۱۹	۲	۲۱	
	خضرپور	۱۸	×	۱۸	
	بہاؤلی	۱۷	×	۱۷	

	پرولی	۱۰	۳	۱۳	
	ہندکی شہ پور	۲۱	×	۲۱	
کھیر	گبھانہ	۲۷	۳	۳۰	
	سجان پور	۲۱	×	۲۱	
	انڈلہ	۱۷	×	۱۷	
	مور	۸	×	۸	
	ارنپور	۱۸	×	۱۸	
	گندھنہ	۲۷	۱	۲۸	
	فوجا	۲۲	×	۲۲	
	جرارہ	۲۴	×	۲۴	
	لوسری	۲۲	×	۲۲	
	گومت	۲۴	۲	۲۶	
	شوالہ	۲۷	۱	۲۸	
	کیرو	۲۴	۲	۲۶	
	جرتولی	۸	۱	۹	
	جکوتر	۲۰	×	۲۰	
	سالپور	۲۱	۱	۲۲	
	پساوہ	۴۰	۱	۴۱	
	سارول	۱۹	۱	۲۰	
	بوڑھاکہ	۲۰	×	۲۰	

	جٹاری	۳۴	×	۳۴	
	پرائی	۱۸	×	۱۸	
	رنجیت گڈھی	۱۹	×	۱۹	
	کوڑہ رستم پور	۲۱	۲	۲۳	
	بھوجا کہ	۱۷	×	۱۷	
	کیسون	۲۰	×	۲۰	
	گھریرہ	۲۰	×	۲۰	
	چندوس	۲۸	۲	۳۰	
	سومنہ	۴۶	×	۴۶	
	چتی	۱۲	×	۱۲	
	نالب	۹	×	۹	
	مکورہ	۱۷	×	۱۷	
	ایدل پور	۲۰	×	۲۰	
اترولی	چھرہ	۳۴	۱۷	۵۱	
	برلہ	۳۲	۱۴	۴۶	
	اکورہا	۲۲	۲۷	۴۹	
	کاظم آباد	۳۳	۳	۳۶	
	گنگیری	۱۷	۱۸	۳۵	
	دتاؤلی	۱۳	۵	۱۸	
	لوہ گڈھ	۱۷	×	۱۷	

	بھی گڑھ	۱۷	×	۱۷	
	دادوں	۹	۱۷	۲۶	
	دہناسری	۲۱	۱	۲۲	
	ماڈپور	۱۸	×	۱۸	
	بدیسرا	۱۰	×	۱۰	
	غازی پور	۱۸	×	۲۸	
	ہرنوٹ	۶	×	۶	
اگلاس	جوار	۳۸	۳۵	۵۳	
	گوچی گڑھ	۴۷	×	۴۷	
	کجروڑھہ	۳۸	۳	۴۱	
	مہرمنی	۱۷	×	۱۷	
	تلیر	۳۸	×	۳۸	
	گورسنیر	۳۵	۲	۳۷	
	گونڈہ	۴۱	×	۴۱	
	شیام گڈھی	۴۴	۱	۴۵	
	حسن گڑھ	۱۹	×	۱۹	
	رجاول	۲۰	×	۲۰	
	کرسونی	۲۰	×	۲۰	
	شاہ پورستوٹی	۱۸	×	۱۸	
	بموتیا	۱۹	۲	۲۱	

	ماتی بسئی	۲۱	×	۲۱	
	صروار	۲۶	۲	۲۸	
	ناگر	۱۷	۱	۱۸	
	کارس	۱۸	×	۱۸	
	مہوہ	۱۹	۲	۲۱	
	سہارہ خورہ	۱۰	۱	۱۱	
	نگلہ ڈاگر	۱۸	۲	۲۰	
	اگلاس خاص	۶۰	۱	۶۱	

گورنمنٹ زنانہ اسکولوں کا بیان

شہر علی گڑھ میں سابق میں گورنمنٹ زنانہ اسکول تھا۔ مگر اب کوئی گورنمنٹ زنانہ اسکول علی گڑھ میں نہیں ہے۔

مشنری زنانہ اسکولوں کا بیان

اس ضلع میں کوئی زنانہ مشنری اسکول بالفعل نہیں ہے۔ چرچ مشن کے پادری صاحب محلہ ماموں بھانجہ میں کبھی کبھی زنانہ اسکول جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر کچھ کامیابی نہیں ہوتی۔ بالفعل اس محلہ میں بھی کوئی کارروائی زنانہ اسکول کی نہیں ہے۔

قدیم مسلمانی طریقہ عورات کی تعلیم کے رواج کا بیان

اس ضلع کے بعض قوموں میں عورتوں کی تعلیم کا رواج ہے مگر نہایت اقل قلیل۔ خاص قصبہ کول میں بنی اسرائیلیوں میں تین چار عورتیں بخوبی پڑھی ہوئی ہیں اور لکھنا بھی جانتی ہیں اور عربی مذہبی کتابوں کو بذریعہ ترجمہ کے پڑھی ہوئی ہیں اور لوگوں کو بھی لڑکیوں کے پڑھانے کا خیال ہے

اور ہم کو معلوم ہوا ہے کہ بہت سی لڑکیاں اپنے گھروں میں قدیم طریقہ پر پڑھتی ہیں۔

مولوی نعیم الدین کی بیوی پڑھی لکھی ہیں ان کا گھر محلہ آتشبازان میں ہے ان کے پاس چھ لڑکیاں اور گھروں کی پڑھنے جاتی ہیں۔ انھوں نے اپنے گھر میں لڑکیوں کا ایک مکتب قائم کر دیا ہے اور جو لڑکیاں ان سے پڑھنے جاتی ہیں ان کو پڑھاتی ہیں کبھی ان کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے بہ نسبت اور قوموں کے شروانی پٹھانوں میں عورتوں کی تعلیم کا زیادہ رواج ہے۔ شروانی پٹھانوں میں جو لوگ کسی قدر بھی آسودہ ہیں لڑکیوں کی تعلیم پر متوجہ ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اور اردو کی مذہبی کتابیں اکثر عورتیں پڑھی ہوتی ہیں۔ متوسط درجہ کے لوگوں میں بھی استانیوں کے نوکر رکھنے اور لڑکیوں کے پڑھانے کا رواج ہے۔ معزز خاندان میں ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جو سوائے اردو کے سلیس فارسی کی کتابیں بھی پڑھتی ہیں۔ اکثر خواندہ عورتیں اس قدر استعداد رکھتی ہیں کہ شکستہ خط کے لکھے ہوئے خطوط بھی پڑھ لیتی ہیں اور دس بارہ عورتیں ایسی بھی ہیں کہ قابلیت کے ساتھ خطوط لکھتی ہیں اور دو تین عورتیں عربی بھی پڑھی ہوئی ہیں۔ شروانی پٹھانوں کی خواندہ عورتوں کو عموماً لکھنا نہیں آتا مگر اب اس کا بھی رواج ہوتا جاتا ہے اور خود انھوں نے اپنے شوق سے اپنے بھائیوں یا رشتہ داروں یا استانیوں سے لکھنا سیکھنا شروع کیا ہے۔ مگر کسی خاندان میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں خاندان کی بہت سی لڑکیاں جمع ہو کر پڑھتی ہوں بلکہ ہر شخص اپنے گھر میں استانی کو رکھ کر لڑکیوں کو تعلیم دیتا ہے یا ان کے بھائی بند اگر خواندہ ہیں تو پڑھا دیتے ہیں۔ بڑی مشکل یہ پیش آئی ہے کہ قابل استانیاں پڑھانے کے لیے نہیں ملتیں۔

انجمنوں کا بیان جو اس ضلع میں ہیں

سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ

یہ سوسائٹی ۱۸۶۲ء میں قائم ہوئی تھی اور ۱۸۶۴ء میں اس کا مقام علی گڑھ میں قرار پایا

اورنہایت عمدہ عمارت مع خوشنما باغ کے اس کے لیے تعمیر ہوئی۔

اصلی مقصد اس سوسائٹی کا انگریزی زبان کی عمدہ عمدہ علوم وفنون کی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا اور چھاپنا تھا۔ جس وقت یہ سوسائٹی قائم ہوئی تھی اس وقت اس کے بانیوں کا یہ خیال تھا کہ عمدہ عمدہ کتابوں کے ترجمہ کرنے اور یورپ کے علوم وفنون کو اپنے ملک کی زبان میں لے آنے سے ہم اپنے ملک کے لوگوں کو یورپ کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم تک پہنچادیں گے۔

اس کے ممبروں سے دو روپیہ مہینہ چندہ لینا ٹھہرا جو ترجمہ کتب اور ان کے چھاپنے میں صرف ہوتا تھا ایک مختصر سا کتب خانہ جمع ہوگیا تھا اور علمی آلات ہر قسم کے منگائے گئے تھے اور یہ تجویز ہوئی تھی کہ جس قدر کتابیں چھپیں وہ بعوض زر چندہ بلا قیمت ممبروں کو دی جائیں اور باقی فروخت ہوں اور ان کی قیمت سرمایہ سوسائٹی میں جمع ہوتی رہے، جس سے اور زیادہ کتابیں ترجمہ کرنے اور چھاپنے کو مدد ملے۔

چند سال تک سوسائٹی نہایت بارونق رہی اور متعدد کتابیں اس نے ترجمہ کیں اور چھاپیں اور ایسا انتظام کیا کہ ہر مہینہ میں اس عمارت میں نیچرل سائنسز پر لیکچر ہوتے تھے اور بذریعہ آلات کے اس کے تجربے دکھائے جاتے تھے اور ہمارے دوست ڈاکٹر کلکلی صاحب جو اس زمانہ میں علی گڑھ کے سول سرجن تھے لکچر دیا کرتے تھے اور آلات سے تجربے دکھاتے تھے۔

علمی کتابیں جو ترجمہ ہوکر اور چھپ کر ممبروں کے پاس پہنچیں انھوں نے اس کی کچھ قدر نہیں کی کیونکہ کوئی بھی اس لائق نہ تھا کہ ان کتابوں کو پڑھے اور سمجھے۔ ممبر یہ سمجھے کہ ان کتابوں سے وہ کچھ فائدہ نہیں حاصل کرسکتے انھوں نے اس لفافہ کا بھی جن میں وہ کتابیں جاتی تھیں کھولنا چھوڑ دیا میں نے خود متعدد ممبروں کے پاس ان کتابوں کے بند لفافے پڑے دیکھے ہیں۔ ان احباب سے ممبروں کو سوسائٹی کی طرف سے دل برداشتگی ہوئی اور جو کہ ملک بھی ان علوم سے جاہل تھا اس لیے وہ کتابیں بجز چند تاریخ کی کتابوں کے فروخت نہ ہوئیں۔

بانیان سوسائٹی نے جب ممبروں کی دل برداشتگی کا یہ حال دیکھا تو انھوں نے ممبروں کے گرویدہ کرنے کے لیے ۱۸۶۶ء میں ایک اخبار جاری کیا جو اب تک جاری ہے اور اس اخبار کا بھی

بلا قیمت ممبروں کو دیا جانا قرار دیا، اس تدبیر سے کسی قدر ممبروں کی دلبستگی ہوئی مگر کتابوں کے ترجمہ اور چھاپنے کا کام بہت کم ہوگیا کیونکہ جس قدر خرچ اخبار پر ہوتا تھا اسی قدر کتابوں کے ترجمہ ہونے اور چھپنے میں کمی ہوتی تھی۔

بایں ہمہ ممبروں نے چندہ ادا کرنے میں کوتاہی شروع کی یہاں تک ۱۸۷۷ء میں جب باقیات کا حساب جانچا گیا تو انتیس ہزار روپیہ سے زیادہ ممبروں پر باقی تھا جن میں یقینی ہزار سے کم بکمال دقت وصول ہوا اور باقی سب ڈوب گیا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک انسٹی ٹیوشن کا اس قدر روپیہ ڈوب جائے تو اس کا کیا حال ہوگا۔ سوسائٹی کئی ہزار روپیہ کی قرضدار ہوگئی اور کتابوں کے ترجمہ اور چھاپنے کا کام بند ہوگیا۔

لیکن اسی عرصہ میں بانیان سوسائٹی کو بعد غور وتجربہ کے یقین ہوگیا کہ ملک کو بذریعہ ترجموں کے اعلیٰ درجہ تعلیم تک پہنچانا غیر ممکن ہے اور جب تک کہ زبان انگریزی ہی میں ان کو اعلیٰ درجہ تک تعلیم نہ دی جائے ان کا اعلیٰ درجہ تک پہنچنا کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

گوکہ کتابوں کا ملک کی زبان میں ترجمہ ہوجانا کسی نہ کسی قدر فائدہ سے خالی نہ تھا مگر ممبروں نے رفتہ رفتہ چندہ دینا موقوف کردیا اور صرف اخبار کی قیمت ادا کرنے پر اکتفا کی اب بجز چند آنریری ممبروں کے اور ایک یا دو ممبروں کے جو صرف تیس روپیہ سال چندہ ممبری دیتے ہیں کوئی ممبر نہیں ہے۔

اخبار کی آمدنی اخبار کے اخراجات کے لیے کافی نہیں ہے۔ ایڈیٹر اور منیجر آنریری ایڈیٹر اور منیجر ہیں۔ اور مختلف تدبیروں سے اخبار کا کام چلاتے ہیں۔ قرضہ بھی سوسائٹی کا بعض تدبیروں سے ادا کیا گیا ہے لیکن اس پر بھی قریب چار ہزار کے قرضہ باقی ہے۔

علمی آلات جو کئی ہزار روپیہ کے خریدے گئے تھے ان میں سے بہت سے ٹوٹ گئے اور بے خبری میں پڑے پڑے اس قدر خراب ہوگئے کہ ایک آلہ بھی اب کام کا نہیں ہے۔

کتب خانہ اگرچہ بہت چھوٹا تھا اس میں سے بھی اکثر کتابیں چوری ہوگئیں یہ سب واقعات اس زمانہ میں واقع ہوئے جبکہ وہ لوگ جو ہر وقت سوسائٹی کے کاروبار میں مصروف تھے علی گڑھ سے

غیر حاضر تھے۔

سوسائٹی کے متعلق جو باغ ہے وہ بخوبی آراستہ ہے تیس روپیہ ماہواری میونسپل کمیٹی باغ کی آراستگی کے لیے دیتی ہے اور خود باغ میں جو نہایت نفیس اور متعدد اقسام کے گلاب ہیں ان کے پودوں کی فروخت سے کچھ آمدنی ہوتی رہتی ہے اور وہ سب باغ کی آراستگی میں خرچ ہوتی ہے۔

اب سوسائٹی سے صرف ایک اخبار ہفتہ میں دو بار جاری ہوتا ہے اور اس کا ہال عام جلسوں کے لیے کام میں آتا ہے۔

جو کہ علی گڑھ میں ایک اور بہت بڑا انسٹی ٹیوشن یعنی محمڈن اینگلو اورینٹل کالج قائم ہوگیا ہے اور سوسائٹی کا اخبار بطور کالج کی آواز کے کام دیتا ہے اس واسطے ممبران موجودہ نے یہ درخواست کی کہ سوسائٹی کا انتظام محمڈن اینگلو اورینٹل کالج کی مینیجنگ کمیٹی سے متعلق ہوجائے چنانچہ یہ درخواست مینیجنگ کمیٹی نے منظور کیا اور جب سے اس کا انتظام مینیجنگ کمیٹی سے بشمول آنریری عہدہ داران اور ممبران سوسائٹی کے تعلق رکھتا ہے۔

محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن

یہ ایسوسی ایشن ۱۸۸۳ء میں قائم کی گئی۔ اس کے تقرر کا منشا اور اس کے متعلق حالات ان تحریرات سے بخوبی واضح ہوتے ہیں جو سیّد احمد خان نے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں چھاپے ہیں۔ نہایت مناسب ہے کہ ہم اول ان تحریرات کو بجنسہٖ اس مقام پر نقل کریں اور پھر اخیر کو بتائیں کہ اس ایسوسی ایشن کا کیا حال ہوا۔

سیّد احمد خان کی تحریر جو ۱۱راگست ۱۸۸۳ء کے انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں چھپی:

ہم نے ۱۸۶۸ء میں کوشش کی تھی کہ ہندوستانیوں کو یورپ کے سفر کرنے پر آمادہ کرنے والی ایک ایسوسی ایشن قائم کی جائے اور اس کے ممبر دو روپیہ مہینہ بطور چندہ کے دیا کریں اور وہ چندہ بطور ایک فنڈ سفر یورپ کے جمع ہوتا رہے اور ایک مناسب تعداد جمع ہوجانے کے بعد اس فنڈ سے لائق

ہندوستانیوں کو ہندو ہوں یا مسلمان یورپ کے سفر کے لیے امداد دی جائے۔

اس تدبیر پر جو کارروائی ہوئی وہ ہمارے اس اخبار کے کالموں میں جو ۱۸۶۸ء میں چھپی ہوئی مندرج ہے۔

مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اس تدبیر میں کچھ کامیابی نہ ہوئی ظاہراً اس کا سبب یہ تھا کہ ہمارے ملک کے ہندو صاحب یورپ کے سفر کو مذہب و ذات کے برخلاف سمجھتے تھے اور مسلمان بھی تعصب مذہبی میں گرفتار تھے اور سب سے بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہندوستانی یورپ کے سفر کو نہایت مشکل سمجھتے تھے اور بہت گھبراتے تھے اور ان کو اس سفر کی جو درحقیقت وسیلۃ الظفر تھا جرأت نہ ہوتی تھی۔ مگر اب وہ سب باتیں دور ہوگئی ہیں ولایت کا سفر اب ہندوستانیوں کو کچھ خوفناک نہیں معلوم ہوتا۔ متعدد ہندوستانی جاتے آتے ہیں، تعلیم کے لیے اب بھی چند وہاں موجود ہیں بعض ہندوستانی تین مہینہ کی فرصت میں اسی طرح یورپ کی سیر کر کے چلے آتے ہیں جیسے کوئی دہلی کا رہنے والا قطب صاحب میں پھول والوں کے میلہ کی سیر کر کے چلا آئے۔ مسلمانوں میں سفر یورپ کی بابت تعصّبات مذہبی بھی بہت کم ہوگئے ہیں گو کہ بعض ملانٹے ابھی اپنے اسی تعصب پر قائم ہیں۔ اس تبدیلیٔ حالت سے ہم کو توقع ہوتی ہے کہ اگر ہم اس تدبیر کی وسعت کسی قدر محدود کر دیں اور ایک خاص امر پر کوشش کریں تو کامیابی ہوگی۔

سب لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ کسی قوم کی جب تک کہ وہ گورنمنٹ میں کچھ حصہ نہ رکھتی ہو عزت نہیں ہوسکتی۔ گورنمنٹ انگریزی اپنی تمام رعایا کو خواہ وہ یوروپین ہو یا ہندوستانی گورنمنٹ کے انتظام مملکت میں حصہ دینے کو موجود ہے۔ سول سروس کا امتحان اور جو عہدے اور حقوق کہ اس کے مطابق حاصل ہوتے ہیں بلاامتیاز رنگ و قوم کے کل رعایائے ملکہ معظّمہ

قیصرِ ہند کے لیے موجود ہیں۔ مسلمانوں کے سوا ہندوستان کی اور قوموں نے اس پر کوشش کی اور ولایت میں جا کر تعلیم پائی اور سول سروس کے امتحان میں پاس ہوئے اور ہندوستان میں واپس آ کر وہی عہدے پائے جو یورپین کو ملتے ہیں مگر آج تک کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوا جس نے سول سروس کا عہدہ پایا ہو دو مسلمانوں نے ایک بے ترتیب اور بے موقع کوشش کی تھی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر جب غور سے دیکھا جائے تو بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ دولت مند مسلمان اپنی اولاد کی تعلیم کی طرف متوجہ ہی نہیں ہیں۔ سول سروس کے قاعدہ کے بموجب لندن میں تعلیم پا کر انیس برس کی عمر میں امتحان دے کر پاس ہونا چاہیے۔ ہماری قوم کے امرا کے لڑکے انیس برس کی عمر تک بچے کہلاتے ہیں تعویذوں کی ہیکل بھی ان کے گلے میں سے اس وقت تک نہیں اترتی اور نہ ہی بدھی اور بیڑے کی منت بڑھائی جاتی ہے گو کہ اس عرصہ میں ایک ایک دو دو بچوں کے باپ بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر ہاں متوسط درجہ کے لوگوں میں ایسے ذہین اور ہونہار لڑکے پائے جاتے ہیں جن سے توقع ہو سکتی ہے کہ شاید ان میں سے کوئی سول سروس کے امتحان کو پاس کر لے اور مسلمان بھی ایسے خوش قسمت ہوں کہ ان کی قوم کے لوگ بھی ان عہدوں پر جو سویلینوں کے لیے مخصوص ہیں مقرر ہوں۔ مگر ان کے لیے جو اس لائق ہیں سب سے زیادہ سخت مشکل یہ ہے کہ ان کے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے جو لندن جانے اور وہاں تعلیم پانے اور امتحان سول سروس کے دینے کے لیے کافی ہو پس اس وقت ہم ایک فنڈ جمع کرنے کی تدبیر کرتے ہیں جس کی امداد سے خاص مسلمان طالب علم بالتخصیص واسطے امتحان سول سروس کے لندن بھیجے جایا کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں امتحان سول سروس کا نہایت مشکل ہو گیا ہے اور جب سے عمر امتحان کی اکیس برس سے

گھٹا کر انیس برس کر دی گئی ہے، ہندوستانیوں کو امتحان پاس کرنا نہایت مشکل ہو گیا ہے اور اگر ہماری یاد میں غلطی نہ ہو تو انیس برس کی عمر کے قاعدہ جاری ہونے کے بعد صرف ایک ہندوستانی پاس ہوا ہے اور اس سے پہلے قریب بارہ کے پاس ہو چکے تھے، جن میں سے اکثر بنگالی ہیں۔

مسلمانوں کی ایسی حالت ہے کہ ان سے بہت کم توقع ہے کہ ان کو سول سروس کے امتحان میں کامیابی ہو اور اس مایوسی کی بہت سے وجوہات ہیں جن پر بحث کرنا اس تجویز سے متعلق نہیں ہے لیکن اس قدر ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ مسلمان جو سول سروس کے امتحان کے لیے اس فنڈ کی امداد سے بھیجے جائیں گے اگر پاس نہ ہوں اور فیل ہو جائیں تو بھی تین چار برس تک ولایت میں رہنا اور تعلیم پانا ان کے حق میں اور قوم کے حق میں اس قدر مفید ہوگا کہ وہ باعث ترقی قومی متصور ہوگا اور اس کے فائدے ایسے علانیہ ہیں جن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ان تمام وجوہات سے ہم نے ایک ایسوسی ایشن کا قائم کرنا تجویز کیا ہے جس کا مقصد یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے لیے سول سروس کے امتحان میں جانے کے لیے ایک فنڈ جمع کرے اور ہر سال ہندوستان سے ایک یا دو مسلمان ولایت جانے کے لیے سکونت منتخب کر کے سول سروس کا امتحان دینے کے لیے ولایت روانہ کرے اور اس فنڈ سے ان کے اخراجات کی تائید کرے اگر ذہین و لائق لڑکے سترہ برس کی عمر کے منتخب کر کے بھیجے جائیں گے تو دو دو دفعہ اور بعض حالت میں تین تین دفعہ سول سروس کا امتحان دے سکیں گے۔

اس فنڈ کے جمع ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ جو لوگ اس ایسوسی ایشن کے ممبر ہوں وہ دو روپیہ ماہواری چندہ دیا کریں اگر پانسو ممبر ہو جائیں تو ہزار

روپیہ ماہواری جمع ہوتا رہے گا اور بہت جلد سرمایہ کسی طالب علم کے روانہ کرنے کا جمع ہوجائے گا اور ہر سال برابر اسی طرح فنڈ سے طالب علم روانہ ہوتے رہیں گے۔

جو لوگ مستقل روپیہ ماہواری چندہ دینا نہ چاہیں ان کو اختیار ہوگا کہ جس قدر چاہیں بطور ڈونیشن کے یکمشت دے دیں مگر وہ ممبر ایسوسی ایشن کے متصور نہ ہوں گے مگر یہ کام اس وقت تک نہیں چلنے کا جب تک ہر ایک ضلع شمال و مغرب اور اودھ اور پنجاب میں ایک ایک دو دو بزرگ مستعدی اور دلی جوش و محنت سے اس ضلع میں ممبروں کے شامل کرنے اور چندہ جمع کرنے میں آمادہ نہ ہوجائیں اور اسی مقصد سے ہم اس تجویز کو چھاپتے ہیں اور اس کی متعدد نقلیں ہر ایک ضلع میں اپنے دوستوں کے پاس بھیجتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ بلحاظ قومی ہمدردی اور قومی بھلائی کے جس ضلع کی کارروائی کا اہتمام جس صاحب کو اپنے ذمہ لینا منظور ہو ہم کو اطلاع کریں تاکہ ہم کو اس قومی کام کے انجام کی توقع بندھے۔

جو صاحب جس ضلع کا اہتمام اپنے ذمہ لیں گے ان کو صرف یہ کام ہوگا کہ لوگوں کو ایسوسی ایشن کے ممبروں میں شامل کریں اور ان سے دو روپیہ ماہواری چندہ وصول کرکے بھیج دیا کریں اور نیز اور لوگوں سے جو بطور ڈونیشن کے کچھ دینا چاہیں ڈونیشن وصول کریں۔

دو روپیہ مہینہ دینا اس نیک کام کے لیے کسی شخص کو گو کہ اس کی آمدنی کیسی ہی محدود ہو مشکل نہ ہوگا۔ مشکل جہاں تک ہے اس کے وصول کرنے میں ہے اور اسی لیے ضرورت ہے کہ ہر ایک ضلع میں چند احباب ایسے ہوں جو نہایت مستعدی سے چندہ وصول کرنے میں کوشش کرنے کا ذمہ لیں اور وصول کریں ہر ایک ضلع میں مسلمان اہلکار اور مختار اور وکیل اس قدر ہیں کہ

اگر وہی سب شریک ہوجائیں تو پانسو سے زیادہ ممبروں کی تعداد ہوجاتی ہے ان کو دو روپیہ دینا کچھ مشکل نہ ہوگا ہاں اگر کوئی شخص ان سے وصول کرنے پر مستعد و آمادہ رہے۔

جو کہ یہ فنڈ خاص مسلمانوں کو سول سروس کے امتحان میں بھیجنے کے لیے جمع ہوتا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ صرف مسلمانوں سے یہ چندہ وصول کیا جائے نہ اور کسی قوم سے۔

اس تحریر کے جوابات آنے پر سب معلوم ہوگا کہ لوگوں کی توجہ اس پر ہوئی ہے تو اس وقت تمام قواعد کارروائی اور ان لوگوں کے انتخاب کرنے کے مقرر کیے جائیں گے جو سول سروس کے امتحان کو بھیجے جائیں گے۔ مگر اصلی اصول ان قواعد کا یہ ہوگا کہ جمع ہونے فنڈ کے ایک اشتہار دیا جائے گا کہ ہندوستان کے ہر ضلع میں سے جس مسلمان لڑکے کو سول سروس کا امتحان دینے کے لیے ولایت جانا منظور ہو وہ درخواست اپنی بشرطیکہ اس کی عمر سترہ برس سے زیادہ کی نہ ہو پیش کرے اور جس قدر درخواستیں آئیں گی ان سب کا امتحان لیا جائے گا اور جو شخص سب سے ذہین اور لائق اور امتحان میں سب سے اول نکلے گا وہ منتخب ہوکر بھیجا جائے گا۔

یہ بات بھی واضح ہو کہ ولایت میں جو لوگ سول سروس کا امتحان دینا چاہیں ان کی تعلیم ایک خاص طریقہ پر ہوتی ہے جو کسی قدر عام کالجوں کی تعلیم سے دوسری طرح پر ہے۔ اگر یہ تدبیر چلتی ہوئی معلوم ہوئی اور اس میں کامیابی ہونے کی توقع ہوئی تو ہم مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں ایک خاص سلسلہ تعلیم اس طرح پر جاری کریں گے جو سول سروس کے امتحان میں کامیابی کے لیے بالتخصیص مفید ہوگا اور ہم کو امید ہے کہ اس سلسلہ سے ایسے طالب علموں کو جو سول سروس کے لیے جانا چاہتے ہیں نہایت فائدہ ہوگا۔

اس اخیر فقرہ کے موافق کمیٹی مدرستہ العلوم نے کالج میں ایک کلاس از نام سول سروس اینڈ یورپین ایجوکیشن پر یپریٹری کلاس قائم کیا۔ اس کلاس کی غرض یہ تھی کہ ان طالب علموں کو جن کے والدین کا ارادہ ان کو تعلیم کی غرض سے آخر کار یورپ میں بھیجنے کا ہے ان کی پہلی تعلیم سے آئندہ تعلیم کے پورا کرنے میں مدد ملے۔ اس کلاس کے طالب علم خاص کر اس مقصد کے لیے تیار کیے جاتے تھے کہ جب وہ انگلستان میں جائیں تو مندرجہ ذیل کورسوں میں سے کسی ایک کورس کو اختیار کریں:

اول-سول سروس کا امتحان کمپیٹیشن۔

دوم-کسی انگریزی یونیورسٹی میں کسی مضمون میں ڈگری حاصل کرنی۔

سوم-کوئی پیشہ جیسے بارسٹری یا ڈاکٹری یا انجینئری میں ڈگری حاصل کرنی۔مگر افسوس ہے کہ اس کلاس میں کافی تعداد طالب علموں کی بہم نہ پہنچ سکی اور آخر کار وہ کلاس بند ہوگئی۔

سیّد احمد خان کی دوسری تحریر مورخہ ۲۹/اگست ۱۸۸۳ء جو یکم ستمبر ۱۸۸۴ء کے انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں چھاپی گئی:

جس طرح کہ ہمارے دوستوں نے ہم کو صلاح دی ہے اس کے مطابق اس ایسوسی ایشن کی کارروائی کا طریقہ حسب مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔

(۱) ہر ضلع میں ایک یا دو صاحب اس ضلع میں ایسوسی ایشن کی کارروائی کا اہتمام اپنے ذمہ لیں اور ایک کمیٹی از نام ''سب کمیٹی محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسی ایشن ضلع فلاں'' کے اس ضلع میں قائم کریں۔

(۲) اس سب کمیٹی کو پورا اختیار ہوگا کہ جس طرح پر چاہے اپنی کارروائی کرے اور جس قدر چاہے اور جس کو چاہے اپنی کمیٹی کا ممبر و سکریٹری و پریسیڈنٹ بنادے۔

(۳) اس سب کمیٹی کو پورا اختیار ہوگا کہ جس طرح پر چاہے بشرح چندہ چوبیس روپیہ سالانہ کے اور جس شخص کو چاہے بشرح چندہ بارہ روپیہ سالانہ کے ممبر قبول کرے۔

(۴) جو لوگ کہ سب کمیٹی کے کسی شرح چندہ پر ممبر ہوں گے وہ اسی حیثیت اور انھیں حقوق سے جو سب کمیٹی نے ان کو دیے ہوں ایسوسی ایشن کے بھی ممبر متصور ہوں گے۔

(۵) اس سب کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے اور جس مقدار سے چاہے بطور ڈونیشن کے امداد قبول کرے۔

(۶) سب کمیٹی کو لازم ہوگا کہ فہرست ممبران مع شرح چندہ ایسوسی ایشن کے دفتر میں بمقام علی گڑھ وقتاً فوقتاً روانہ کرتی رہے تاکہ صدر رجسٹر ممبران میں جو ضلع وار بنایا گیا ہے ان ممبروں کے نام مندرج ہوں۔

(۷) جس قدر روپیہ بابت چندہ یا بابت ڈونیشن سب کمیٹی کو وصول ہو وہ ایسوسی ایشن کے حساب میں جمع ہونے کو بمقام علی گڑھ سیّد احمد پاس مع فہرست مرسل ہوتا رہے۔ جو روپیہ وصول ہوتا رہے گا ایسوسی ایشن اس روپیہ کو کسی بنک میں جمع کرے گی۔

(۸) جبکہ اکثر اضلاع میں سب کمیٹیاں قائم ہوجائیں گی اس وقت بہ صلاح سب کمیٹیوں کے قواعد بنائے جائیں گے جن کے مطابق ان لوگوں کا انتخاب ہوگا جو سول سروس کے امتحان کے لیے لندن بھیجے جائیں گے۔

اس تمام کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسوسی ایشن میں ۲۹۹ ممبر شامل ہوئے اور لوگوں نے کچھ ڈونیشن بھی دیا اور چند روز تک چندہ بھی دیا لیکن پھر سب کے خیالات سست ہوگئے اور تمام کوششیں بھلادی گئیں۔ چندہ بھی بند ہوگیا اور جیسا کہ اس قسم کی ایسوسی ایشنوں کا جو ماہواری یا سالانہ چندوں

پر قائم ہوتی ہیں حال ہوتا ہے وہی حال اس ایسوسی ایشن کا بھی ہوگیا۔

مبلغ ۹۱۰۰ ماہوار روپیہ اس ایسوسی ایشن کی آمدنی کا الٰہ آباد بنک میں جمع ہے اور باطلاع نام او ربمنظوری اکثر ممبران کے یہ تجویز ہوئی ہے کہ یہ روپیہ جب تک کہ اس کے خرچ کا موقع آئے بدستور جمع رہے مگر اس کے منافع سے مدرسۃ العلوم مسلمانان کے مسلمان طالب علموں کو جو کالج کلاسوں میں پڑھتے ہیں اور بغیر امداد کے کالج کلاسوں کی تعلیم جاری نہ رکھ سکتے ہوں اسکالرشپ یا امدادی وظیفہ دیا جائے۔

محمڈن ایسوسی ایشن علی گڑھ

یہ ایسوسی ایشن ۱۸۸۳ء میں قائم ہوئی۔ اس ایسوسی ایشن کے مقاصد حسب ذیل تھے:

(۱) برٹش سلطنت کی خیرخواہی کے ساتھ مسلمانوں کی دنیاوی حالت کی ترقی اور بہبودی کے لیے کوشش کرنا اور اس کے ہر ایک مناسب ذریعہ پر غور کرنا اور بہم پہنچانا۔

(۲) مسودات قوانین پر جو لیجسلیٹیو کونسل میں ہندوستان کی بھلائی و بہتری کے لیے پیش ہوتے ہیں غور کرنا اور بحالت ضرورت ان کی نسبت نہایت مؤدبانہ اور خیرخواہانہ طریقہ میں گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنا۔

(۳) مسلمانوں کی ضرورتوں اور حقوق کو اور ملک کی بہترین اور ترقی کی تجویزوں کو مؤدّبانہ و خیرخواہانہ طریقہ میں گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنا۔

(۴) ایسے امور سے جو ملک کی بہبودی کے مانع ہوں گورنمنٹ کو اطلاع دینا مگر ایسوسی ایشن کو کسی خاص مقدمہ سے جو معمولی عدالتوں میں قوانین عام کے مطابق تجویز و فیصل ہوتے ہیں، کچھ تعلق نہ ہوگا۔

اس ایسوسی ایشن میں یہ قید تھی کہ کوئی شخص جو ملازم سرکاری ہے، اس ایسوسی ایشن کے ممبروں میں داخل نہ کیا جائے۔ جب یہ ایسوسی ایشن قائم ہوئی تو بہت لوگ ممبروں میں داخل ہوئے

اور فیاضی سے ڈونیشن بھی دیا اور سالانہ چندہ بھی دینا قبول کیا اور کچھ دنوں تک چندہ دیا مگر بہت ہی جلد اس کا شوق ٹھنڈا ہوگیا اور چندہ دینا ہی بند کر دیا مگر یہ ایسوسی ایشن برخاست نہیں ہوئی اور اس کی کارروائی کا طریقہ اب یہ آرہا ہے کہ جب کوئی ضرورت خاص ان مقاصد کے لیے جن کے لیے یہ ایسوسی ایشن قائم ہوئی ہے، پیش آتی ہے تو معزز معزز مسلمان بطور ممبران موجودۃ الوقت کے جمع ہوجاتے ہیں اور کارروائی کرتے ہیں اور اگر روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو باہمی چندہ سے اس کو پورا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے موافق جبلی کے دن مبارکبادی کا تار قیصر ہند کو بھیجا گیا اور جلسہ جبلی میں ایڈرس مسلمانوں کی طرف سے بھیجی گئی اور اسی ایسوسی ایشن نے سالانہ جبلی انعام پچاس روپیہ کا مدرسۃ العلوم مسلمانان کے طالب علم کے لیے مقرر کیا اور ۱۲۵ روپیہ نقد اس کے سرمایہ کے لیے کمیٹی میں جمع کر دیا۔

نیشنل شروانی افغانز ایسوسی ایشن
ڈسٹرکٹ ایٹہ اینڈ علی گڑھ

اس ضلع کے شروانی پٹھانوں نے اپنی قوم کی صلاح و فلاح کے لیے ۱۸۸۳ء میں یہ ایسوسی ایشن قائم کی تھی اور اس کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

(الف) یہ مجلس اپنے خاندان کی فلاح اور صلاح میں کوشش کرے گی۔

(ب) اور تمام ایسے قوانین وضوابط اور قواعد پر بحث اور غور کرے گی جن کا اثر بہ حیثیت زمینداری یا کسی اور حیثیت سے اس مجلس پر پڑتا ہوگا۔

(ج) اور اگر ضرورت ہوگی تو ان قوانین وغیرہ کی بابت گورنمنٹ یا حکام سے مودبانہ عرض معروض کرے گی۔

(د) اور یہ مجلس باہمی محبت اور اتفاق کی ترقی کی کوشش کرے گی اور اس کی تدابیر عمل میں لائے گی اور ایسی کوشش اور تدبیر کرے گی جس سے انگریزوں اور اپنی قوم کی سوشل اور مارل (یعنی

اخلاقی) تعلقات میں ترقی ہو۔

اس ایسوسی ایشن کے چار پانچ اجلاس نہایت زور وشور سے ہوئے مگر مسلمانوں میں اتفاق کا ہونا یا اتفاق کا رہنا تجربہ سے ناممکن ثابت ہوا ہے۔ یہ ایسوسی ایشن بھی اس مرض میں گرفتار ہوکر بے حس وحرکت ہوگئی ہے۔

انجمنیں جو ہندو صاحبوں نے قائم کی ہیں

ان انجمنوں کا اسی مقام پر ذکر اس لیے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس ضلع میں مسلمانوں نے اپنی قوم کے لیے کیا کیا ہے اور ہندو صاحبان اپنی قوم کے لیے کیا کر رہے ہیں مفصلہ ذیل انجمنیں ہندو صاحبوں کی اس ضلع میں موجود ہیں۔

بھاشا سمردھن سبھا، علی گڑھ

اس سبھا کو ہندو صاحبوں نے ۱۸۷۸ء میں قائم کیا ہے۔ اس کا مقصد ہندی بھاشا زبان کی ترقی ہے۔ ترقی سے یہی مقصود نہیں ہے کہ ہندی بھاشا زبان کو ترقی دی جائے اور اس میں مفید کتابیں چھاپی جائیں بلکہ بڑا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں سرکاری محکموں اور عدالتوں میں سے اردو زبان اور فارسی حرفوں کا رواج موقوف ہو اور بجائے اس کے ہندی بھاشا اور ناگری حرفوں کا رواج ہو۔ چنانچہ جب علی گڑھ میں ایجوکیشن کمیشن کا اجلاس ہوا تھا تو اس سبھا نے نہایت زور وشور اور شان و شوکت سے اسی مقصد سے ایک درخواست یا اڈریس ایجوکیشن کمیشن میں پیش کی تھی۔

تیس برس کے عرصہ سے مجھ کو ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی فلاح کا خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان خیال پیدا ہوا ہے اور ہمیشہ میری خواہش یہ تھی کہ دونوں مل کر دونوں کی فلاح کے کاموں میں کوشش کریں۔ مگر جب سے ہندو صاحبوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان اور فارسی کو جو مسلمانوں کی حکومت اور ان کی شہنشاہی ہندوستان کی باقی ماندہ نشانی ہے مٹا دیا جائے اس وقت سے مجھ کو یقین ہوگیا کہ اب ہندو و مسلمان باہم متفق ہوکر ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی فلاح کا

کام نہیں کرسکتے۔ میں نہایت درستی اور اپنے تجربہ اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہندو مسلمانوں میں جو نفاق شروع ہوا اس کی ابتدا اسی سے ہوئی گو اس کے بعد اور بھی اسباب ہوئے اور اس کے سبب سے اس نفاق کو سوائے ان پرانے ہندو و مسلمانوں کے جو بڑھے اگلے زمانہ کے ہیں یا دور اندیش اور سمجھ دار ہیں اور دل سے ہندو و مسلمانوں میں اتفاق چاہتے ہیں روز بروز ترقی ہے جس کی حد مقرر کرنے کے لیے پیشین گوئی نہیں ہوسکتی۔ علی گڑھ ہندو و مسلمانوں کے باہمی اتفاق کے لیے مشہور ہے مگر افسوس ہے کہ ایسے مقدس شہر میں یہ سبھا جس کی بنیاد باہمی نفاق پر ہے قائم ہے۔

ان نااتفاقیوں کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں میں جو لوگ نااہل ہیں وہ ایک دوسرے کو پچھاڑنے اور ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی ترقی پر حسد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی بربادی کے ساعی ہیں۔ اور جو لوگ اہل ہیں وہ اس متفقہ کوشش سے مایوس ہوگئے ہیں اور جب ان کو یقین ہوگیا ہے کہ اب متفقہ کوشش ناممکن ہے تو اپنی قوم کی بہتری کے بلا کسی قسم کے حسد و رشک کی بہ نسبت دوسری قوم کی کوشش شروع کی ہے گو اس تفریق سے ان کی کوششوں میں بہت کمزوری ہوگئی ہے۔ بایں ہمہ جو کوشش انھوں نے اپنی قوم کے لیے کی ہے اگر اس سے دوسری قوم کے لوگ بھی فائدہ اٹھانا چاہیں تو وہ نہایت خوشی سے ان کو بھی اس کوشش کا پھل کھلانے کو موجود ہیں۔

اس سبھا میں دو سو ممبر ہیں ممبروں سے کچھ چندہ نہیں لیا جاتا مگر جو کچھ یہ سبھا چھاپے گی اس کا خریدنا ان کا فرض ہے، اس وقت تک اس سبھا نے چھوٹے چھوٹے بیس رسالے چھاپے ہیں اور ان کے بعض مصنفوں کو انعام بھی دیا ہے۔ اس وقت تک جس قدر انعام دیا ہے اس کی مقدار پچاس روپیہ سے زائد نہیں ہے۔ ان رسالوں کے چھاپنے سے سالانہ آمدنی اس سبھا کی بعد منہائی اخراجات چھاپہ ایک سو چالیس روپیہ تک یا کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

بدوانجن منورا ایجنسی سبھا

یہ سبھا بھی ہندو صاحبوں نے ۱۸۸۲ء میں قائم کی ہے۔ اس کا مقصد سنسکرت زبان کی ترقی میں کوشش کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پندرہ مرد اور بیس جوان طالب علم اس کے ممبر ہیں مگر درحقیقت یہ

سبھا صرف برائے نام رہ گئی ہے اور کوئی کارروائی اس میں نہیں ہوتی۔

سدھرم سبھا

یہ سبھا بھی ہندو صاحبوں نے ۱۸۷۸ء میں قائم کی ہے۔ اس کا مقصد عام تعلیم کے لیے اور خاص کر سنسکرت کے لیے کوشش کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سبھا میں نوے مرد اور دو عورتیں اور دس جوان طالب علم کل ایک سو دو ممبر ہیں۔ مگر اس سبھا کا بھی صرف نام ہی نام ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

آریہ سماج

اس شہر میں آریہ سماج بھی قائم ہے اور اس میں پچیس ممبر ہیں ممبر کچھ چندہ نہیں دیتے اور نہ اس سماج میں کچھ آمدنی ہے مگر جو اور بڑے بڑے شہروں میں آریہ سماج قائم ہے اس کی کارروائی میں جو ضلع علی گڑھ سے متعلق ہو مدد دینے کو موجود ہیں۔

برہمن سبھا

اس سبھا کا مقصد ہے کہ برہمن قوم کی اصلاح اور تہذیب کی جائے اس سبھا میں ستائیس ممبر ہیں مگر آج تک ہم نے نہیں سنا کہ اس نے قوم برہمن کی کیا اصلاح و تہذیب کی یا اس کی کیا تدبیر قرار دی۔

ہندو سوشل کلب

یہ کلب ہندو جوان طالب علموں نے قائم کیا ہے۔ اس غرض سے کہ اس میں علمی مضامین اور ہندوؤں کی سوشل حالت کی ترقی پر مباحثے ہوا کریں۔ اس کلب کے تیس ممبر ہیں مگر یہ کلب زیادہ تر خاموشی پسند ہے اور اس کے نتائج لامعلوم ہیں۔

کائستھ سبھا، علی گڑھ

اس سبھا کو کائستھ صاحبوں نے ۱۸۸۵ء میں قائم کیا ہے اس کے مقاصد یہ ہیں:

(الف) ترقی تعلیم و تہذیب اور اس کے وسائل

(ب) اتفاق و قومی ہمدردی و بہبودیٔ قوم بہ تدابیر دیگر۔

(ج) حقوقِ ملکی۔

(د) اسباب معیشت کو وسعت اور اس کے نقائص کے دفعیہ میں کوشش۔

اس سبھا میں اکہتّر ممبر ہیں اور سب کے سب کائستھ صاحبان ہیں۔ اس سبھا نے اپنی قوم کی اصلاح میں نہایت کوشش کی ہے شادیوں کے خرچ میں تخفیف اور دیگر رسومات مذموم میں بہت کچھ اصلاح کی ہے۔ شادیوں کی عام مجلسوں میں شراب کا ہونا بند کر دیا ہے۔ منشی روشن لال صاحب جب لندن سے بارسٹر ہو کر آئے تو اسی سبھا کی بدولت تمام قوم نے نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور نہایت شان دار جلسے کیے جس سے علی گڑھ کے مدرسۃ العلوم مسلمانان کے جلسے جو طالب علموں کے ولایت سے آنے پر ہوتے تھے پھیکے پڑ گئے، اسی سبھا کی بدولت منشی روشن لال صاحب بلا وہم و بلا کسی تکرار کے کائستھوں کی ایک ایسی عام دعوت میں بلائے گئے جس میں ہر قوم کے کائستھ شریک ہو سکتے تھے اور سب کائستھوں کے ساتھ ان کو کائستھوں کے دستور کے موافق کھانا پروسا گیا۔ اس سبھا کے بڑے گرمجوش ممبر ہمارے دوست منشی شیام بہاری لال صاحب [(ان پر سرسیّد کو بہت اعتماد تھا۔ یہ ایم اے او کالج میں اکاؤنٹنٹ تھے انھوں نے سرسیّد کے جعلی دستخطوں سے کالج فنڈ میں ایک لاکھ سے زائد کا غبن کیا۔ اصغر عباس] ہیں۔

بھارت ورشیا نیشنل ایسوسی ایشن

اس ایسوسی ایشن کو ہندو صاحبوں نے ۱۸۸۲ء میں قائم کیا تھا مگر درحقیقت اصل بانی اس ایسوسی ایشن کے بابو طوطا رام ورما ہیں ان کی سعی و کوشش سے اس ایسوسی ایشن کو نہایت ترقی و

کامیابی ہوئی ہے۔

مقاصد اس ایسوسی ایشن کے حسب مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) مشرقی و مغربی زبانوں اور علوم وفنون کے ہائی ایجوکیشن کو ترقی دینا۔

(ب) عام تعلیم کا لوگوں میں ترقی دینا۔

(ج) عورتوں کی تعلیم میں کوشش کرنا۔

(د) دیسی زبان کو (جس سے مراد ہندی بھاشا ہوگی) ترقی دینا بذریعہ تحریر و تصنیف کتابوں اور مشرقی و مغربی علمی کتابوں کے ترجمہ کرنے کے دیسی زبان میں۔

(ہ) مدد دینا تمام لوگوں کی فلاح میں۔

(و) صلاح دینا اور مدد دینا گورنمنٹ کو امور انتظام و قوانین میں۔

(ز) اصلاح کرنا اور ترقی دینا لوگوں کی معاشرت اور اخلاق میں۔

۱۸۸۶ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ایسوسی ایشن کے ۱۹۴ ممبر تھے، ممبروں میں ہر قوم و مذہب کے لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ جناب آنریبل سر الفرڈ کوئنس لائل سی بی سی آئی ای سی ایس لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال و مغرب و چیف کمشنر اودھ اس کے پیٹرن ہیں، مقصد چہارم اس ایسوسی ایشن کا جس سے اردو زبان کے اور فارسی حرفوں کے رواج سے مخالفت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ ایجوکیشن کمیشن کے اجلاس میں اس ایسوسی ایشن سے ظاہر ہوئی ہے، مسلمانوں کا اس میں شریک ہونا کسی قدر مشکل تھا۔ ہم نے سنا ہے کہ اس کام کے لیے جدا شاخ قائم کی گئی ہے اور اس کا نام ''ناگری پرچارنی سبھا'' قرار دیا ہے مگر اس کا زیادہ حال معلوم نہیں ہوا، چند مسلمان بھی اس ایسوسی ایشن کے ممبر ہوئے ہیں، پہلے پہل اس ایسوسی ایشن کا ہندوؤں کی ترقی کی نظر سے یہ خیال ہوا تھا کہ مدرسۃ العلوم کے متصل خاص ہندوؤں کے لیے ایک بورڈنگ ہاؤس بنا دے اور ہندوؤں کی سوشل حالت کو ترقی دے، مدرسۃ العلوم کے ممبر اس خیال سے خوش تھے اور انھوں نے کہا کہ مدرسۃ العلوم کے احاطہ میں جو جگہ پسند کریں موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ یہ خیال کیوں جاتا رہا۔

اس کے بعد اس ایسوسی ایشن کو خود ایک اسکول قائم کرنے کا خیال ہوا، جس میں صنعت و

حرفت کی شاخ بھی قائم کی جائے۔ یہ خیال اب تک ہے مگر اور خیالوں نے اس پر تقدم کیا ہے اور یہ خیال پیچھے پڑ گیا۔

آخر کار اس ایسوسی ایشن کا خیال ایک لائبریری قائم کرنے اور اس کے لیے عمدہ عمارت بنانے کا ہوا اس خیال کو ترقی ہوئی اور بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ ۱۸۸۴ء میں اس عمارت کی بنیاد رکھنے کا نہایت شاندار جلسہ ہوا، جس میں مسلمان بھی بلائے گئے تھے اور مسٹر جی ایڈورڈ صاحب بہادر نے جو اس زمانہ میں کلکٹر و مجسٹریٹ علی گڑھ تھے رسم فاؤنڈیشن ادا کی اور لائل لائبریری اس کا نام رکھا گیا۔ اس وقت اس کی دو منزلہ عمارت نہایت عمدہ و خوبصورت بن رہی ہے۔ ایک منزل اس کی سنگین و نہایت خوبصورت و شاندار بن چکی ہے اور قریب تیس ہزار روپیہ کے خرچ ہو چکا ہے اور ایسی خوبصورت عمارت بنی ہے جس کی خوبصورتی کے مقابلہ میں مدرسۃ العلوم مسلمانان کی عمارتیں جو ابھی ناتمام پڑی ہیں شرما گئی ہیں۔ [یہ اب مالویہ لائبریری کے نام سے موسوم ہے۔-اصغر عباس]

اس ضلع کی مشہور صنعت و حرفت کا بیان جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہیں

علی گڑھ میں جس قدر بنی اسرائیل رہتے ہیں مدت سے ان کا پیشہ معلمی تھا۔ دور دور شہروں میں جہاں میاں جیوں کی ضرورت درکار ہوتی تھی اکثر علی گڑھ ہی کے اسرائیل معلم ہوتے تھے۔ یہ پیشہ اب تک ان میں ہے اور اکثر مکتبوں میں جو اس ضلع میں ہیں بنی اسرائیل ہی معلم ہیں۔

علی گڑھ کے مسلمانوں سے بجز دری بافی کے اور کوئی صنعت و حرفت مخصوص نہیں ہے گو دریوں کے تاجر اور تھوک فروش تو اکثر ہندو اور بنیے ہیں گو دری بافی کا پیشہ عموماً مسلمان کرتے ہیں۔ اور انھوں نے دری بافی میں اچھی دستگاہ بہم پہنچائی ہے اور بہت عمدہ عمدہ دریاں بنتے ہیں۔ اس پیشہ میں ہر قوم کے مسلمان شامل ہیں اور دن بھر سوت کپاس کر کے ڈیڑھ آنہ دو آنہ روز پیدا کر لیتے ہیں۔ جس سے ان کی اوقات بسر ہوتی ہے۔

اگلے زمانہ میں قصبہ گنگیری میں کمانوں کے بنانے کا خاص مسلمانوں کا پیشہ تھا لیکن اس زمانہ میں بھی وہ لوگ نہایت ہی خراب کمان بناتے تھے اور جن لوگوں کو تیراندازی کا شوق تھا ان کی مجلسوں میں گنگیری کی کمان گر کی نسبت یہ شعر مشہور تھا:

کماں گنگیری و سنپت کا تیر
اگر مفت یابی ہم ہرگز نگیر

مگر اب یہ پیشہ ان لوگوں میں بالکل معدوم ہوگیا ہے اور ان کی نسلیں رنگ سازی وغیرہ کا پیشہ کرتی ہیں۔

اس ضلع کے مسلمانوں کی عام حالت

جس طرح اور اضلاع کے مسلمانوں کی حالت تباہ ہے اسی طرح اس ضلع کے مسلمانوں کی حالت بھی نہایت قابل افسوس ہے۔ ان اضلاع میں راجپوت خاندان کے لوگ بہت ذی اختیار اور نامور اور صاحب جائیداد تھے۔ بہت برس ہوئے کہ اس خاندان کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں اور بہت ذی عزت اور صاحب دولت اور نام آور ہیں۔ مگر ان سب کی سکونت ضلع بلندشہر میں ہے اور ان کی زمینداریاں اور تعلقداریاں اس ضلع میں بھی ہیں۔ خاص ضلع علی گڑھ کے رہنے والے مسلمانوں میں صرف شروانی پٹھان نام آور ہیں اور ضلع علی گڑھ اور ایٹہ میں رہتے ہیں۔ ان کی تعداد مردم شماری دونوں ضلعوں میں قریب ساڑھے تین ہزار کے ہوگی اور خاص ضلع علی گڑھ میں بارہ سو سے زیادہ نہیں ہے، جن میں زن و مرد اور بچے سب شامل ہیں۔ کل شروانی پٹھان یا زمیندار اور تعلقدار ہیں یا کاشتکار۔ تمام شروانی پٹھانوں میں صرف ایک شخص سب انسپکٹر ہے اور ایک شخص پولیس میں کلرک ہے اور ایک مختاری کا پیشہ کرتا ہے اور باقی سب کو زمین سے تعلق ہے۔

ضلع علی گڑھ کے شروانی پٹھانوں میں چار خاندان، دتاولی، بھیکم پور، بوڑھ گاؤں، دادوں کے نام آور ہیں۔ ان خاندانوں کے پاس بہت بڑی زمینداریاں ہیں اور اس ضلع کے بڑے تعلقدار شمار ہوتے ہیں۔ بیس پچیّس برس پہلے ان خاندانوں کی بہت بڑی نام آوری اور آسودہ حالت تھی اور

نہایت فیاض خاندان تھے اور خیرات اور امور خیر میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے۔ داؤد خاں صاحب مرحوم کا نام دور دور ملکوں میں مشہور تھا اور حکام وقت بھی ان خاندانوں کی اور علی الخصوص داؤد خانصاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔

اگلے زمانہ میں ان خاندانوں میں جائداد صرف مردوں میں تقسیم ہوتی تھی، عورتوں کو حصہ نہیں ملتا تھا اور یہ ایک سبب تھا جس کے باعث جائداد کمتر تقسیم ہوتی تھی مگر اب عورتیں بھی اپنا شرعی حصہ لیتی ہیں اور اس سبب سے تقسیم جائداد زیادہ تر عمل میں آتی ہے۔

دتاولی اور بھیکم پور کے رئیسوں میں جب جائداد تقسیم ہوگی تو سب رئیس بجائے تعلقدار ہونے کے چھوٹے چھوٹے زمیندار یا کاشتکار ہوجائیں گے اور یہی حال ایک دو پشت میں اور ریاستوں کا ہونے والا ہے۔

علاوہ اس کے اکثر پٹھان بڑے اور چھوٹے قرضہ کے زیر بار ہیں صرف چند ہیں جو مقروض نہیں ہیں۔ اگر یہ بہ حیثیت موجودہ خیال کیا جائے تو ان کی جائداد اس قدر قرضہ کی خطرناک حالت میں ہے کہ اگر بقدر اس قرضہ کے جائداد علیحدہ کردی جائے تو ایک ثلث جائداد پٹھانوں کے قبضہ سے نکل جائے گی۔

شروانی پٹھانوں میں گو چار پانچ آدمی جنھوں نے عربی علوم کو ایک معقول حد تک پڑھا ہے مگر عموماً تعلیم کی طرف مطلق متوجہ نہیں اور نہ کوئی پیشہ یا تجارت کرتے ہیں اور نہ اس کی لیاقت رکھتے ہیں ان کا حال روز بروز تباہ ہوتا جاتا ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ جو قوم اس ضلع میں چار سو برس سے معزز چلی آتی ہے وہ چند مدت بعد مثل عام کاشتکاروں کے ہوجائے گی۔ اگر اس نے اپنی حالت درست کرنے اور اس زمانہ میں جس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے اس پر توجہ نہ کی۔ مدرسۃ العلوم میں ضلع ایٹہ کے شروانی غریب پٹھانوں کے چار لڑکے پڑھتے ہیں اور ضلع علی گڑھ کے دو پٹھان لڑکے صرف برائے نام آگرہ کالج میں داخل ہیں۔ ان کی نسبت کسی قسم کا درجہ علمی حاصل کرنے کی توقع نہیں ہے۔ یہ دونوں لڑکے اسی خاندان کے ہیں جو مدرسۃ العلوم مسلمانان پر مہربان ہیں۔ بلکہ ان کے آگرہ میں بھیجنے سے مقصود صرف مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی مخالفت کا علمی طور دکھانا ہے۔

دتاولی، بوڑہ گاؤں، دادوں کے خاندان اور بھیکم پور کا ایک خاندان مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ کا معاون اور مددگار ہے بھیکم پور کے ایک خاندان نے مخالفت کی ہے اور باقی خاندانوں نے نہ مخالفت کی ہے اور نہ امداد۔

خاص علیگڑھ میں بجز مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب کے جو خواجہ زادوں کے خاندان میں سے ہیں اور کوئی ذکر کے قابل نہیں ہے۔ باقی کل ضلع کے مسلمانوں کا ایک سا حال ہے۔ بمصداق اس شعر کے:

شب چو عقد نماز بر بندم
چہ خورد بامداد فرزندم

خاتمہ

خلاصہ اس ضلع کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کا یہ ہے کہ ضلع میں جو ہر ایک طریقہ سے تعلیم کے صیغے جاری ہیں ان میں ۶۲۷۶ لڑکے تعلیم پاتے ہیں اور منجملہ ان کے صرف ۱۰۶۲ مسلمان پڑھنے میں مصروف ہیں یعنی ۱۶ء۹۲ فیصدی جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہے:

ذریعۂ تعلیم	تعداد طالب علمان جو پڑھنے میں مصروف ہیں			کیفیت
	ہندو	مسلمان	میزان	
گورنمنٹ اسکول	۲۷۸	۴۰	۳۱۸	
پرائیوٹ اسکول مع مدرسۃ العلوم	۱۱۰	۱۷۷	۲۸۷	
ہندوستانی قدیم طریقہ کے مکتب	۵۷۶	۲۳۲	۸۰۸	
قرآن مجید کے مکتب	×	۸۵	۸۵	
علماء کی درس گاہ	×	۶۲	۶۲	
تحصیلی مکتب	۵۵۴	۱۶۵	۷۱۹	
حلقہ بندی کے مکتب	۳۶۹۶	۳۰۱	۳۹۹۷	
میزان	۵۲۱۴	۱۰۶۲	۶۲۷۶	

اکثر لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ جب بلحاظ تعداد مردم شماری کے اوسط نکالا جائے کہ فیصدی ہندو کس قدر پڑھتے ہیں اور فیصدی مسلمان کس قدر تو ظاہر ہوگا کہ مسلمان بمقابلہ ہندوؤں کے زیادہ پڑھتے ہیں مثلاً ضلع علی گڑھ کی مردم شماری بموجب کل ضلع میں ۹۰۳۸۴۸ ہندو آباد ہیں اور ۱۱۷۳۳۹ مسلمان، کل ہندو جو پڑھنے میں مصروف ہیں ان کی تعداد ۵۲۱۴ ہے۔ یعنی بمقابلہ کل آبادی کے فیصدی ۵ء۷۶ یعنی فیصدی نصف سے کچھ اوپر یا ہزار میں ستاون اور کل مسلمان جو پڑھنے میں مصروف ہیں ان کی تعداد ۱۰۶۲ ہے یعنی بمقابلہ کل آبادی کے فیصدی ۹ء۰۵ یعنی ایک سے کچھ کم یا ہزار میں نوے۔

مگر یہ دلیل محض غلط اور دھوکہ [یہ دلیل اس زمانے کے ڈائرکٹر تعلیمات شمال مغرب مسٹر کیمسن کی تھی جسے بعد میں حفیظ ملک نے اپنی کتاب ''پولیٹیکل پروفائل آف سرسیّد احمد خاں'' میں دُہرایا ہے۔اصغر عباس] ہے اس لیے کہ ہندوؤں کی مردم شماری میں ہندوستان کی تمام رذیل اور وحشی قومیں مثل دھنوڑہ پاسیہ کنجر چمار ہپورہ وغیرہ جن کی تعداد بہت کثیر ہے، جاہل ہیں ان کے مقابلہ ہندوستان میں مسلمانوں کی قومیں نہیں ہیں جولاہہ کثیر قوم شمار ہوتی ہے مگر ان میں قدیم سے پڑھنے کا رواج ہے۔ قصاب جو ادنی ترین گنے جاتے ہیں، ان کے لڑکے بھی کچھ نہ کچھ پڑھتے ہیں بس بلحاظ مردم شماری اوسط نکالنا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں میں تعلیم بہ نسبت ہندوؤں کے کم نہیں ہے۔ یہ ایک محض غلط دلیل اور دھوکا دہی ہے۔ ہندوؤں میں صرف چار قومیں برہمن، چھتری، بنیے، کائستھ ایسی ہیں جو مسلمان قوموں کے مقابل ہوسکتی ہیں پس ان چار قوموں کی مردم شماری کے لحاظ سے اگر اوسط نکالا جائے تو صحیح مقابلہ ہوسکے گا اور اس وقت معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی تعلیم بہ نسبت ہندو صاحبوں کے بہت گھٹی ہوئی ہے۔

تمام کالجوں اوراسکولوں میں خواہ گورنمنٹ کے ہوں یا پرائیوٹ ہندو صاحبوں کی اِنھیں چار قوموں کے لڑکے پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کی ہر ایک قوم کے لڑکے داخل ہوتے ہیں پس جونسبت تعلیم کے بلحاظ طالب علموں کے نکالی جاتی ہے درحقیقت قریب قریب صحیح کے ہوتی ہے اوراس سے ظاہر ہے کہ مسلمان ضلع علی گڑھ میں فیصدی بمقابلہ اورقوموں کے ۱۶ء۹۲ تعلیم پاتے ہیں۔